اچھی مائیں
مصنف
شیخ التفسیر والحدیث استاذ العلماء
حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی
سعادت اہتمام:
صاحبزادہ عطاالرسول اویسی
ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ
سیرانی مسجد بہاولپور

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام میں عورت کا مقام اور غیر مذاہب میں اس کی زبوں حالی

عورت خواہ ماں کے روپ میں ہو، بیٹی، بہن کے روپ میں غرض ہر صورت اس کی عزت وتکریم ہم پر واجب ہے۔عورت جس کو اسلام نے ایک خاص مقام ومرتبہ عطا کیا ہے۔آیئے دیکھتے ہیں کہ اسلام سے قبل اس کی کتنی عزت وقدر کی جاتی تھی۔دنیا کی تاریخ کا اگر مطالعہ کریں تو یہ بات ہم پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اکثر اقوام عورت کی عزت نہیں کرتی تھیں۔عورت کو محض لونڈیاں اور پاؤں کی جوتی سمجھ کر اس پر شب و روز ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے۔قبل از اسلام چین، روم یونان اور ہندوستان تہذیب اور تمدن کے گہوارے تصور کیے جاتے تھے۔جہاں سے صحیح معنوں میں تہذیب وتمدن کی کرنیں پھوٹتی تھیں لیکن یہاں پر بھی عورت کو قطعاً احترام کی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔یہاں بھی عورتوں سے وحشیانہ سلوک کیا جاتا تھا۔اس وقت کے ایک یونانی عالم سقراط کا کہنا ہے:

"عورت سے زیادہ دنیا میں فتنہ اور فساد کی جڑ اور کوئی نہیں۔"

اسی طرح ایک انگریز مفکر کا بیان ہے کہ "عورتوں پر ظلم کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یورپ کے مختلف اوقات میں تقریباً نوے لاکھ عورتوں کو زندہ جلا دیا گیا اور ہندوستان میں تو یہ رسم کہیں کہیں پائی جاتی ہے۔ان کے عقیدے اور مذہب کے مطابق عورت صرف ایک شادی کر سکتی ہے لہٰذا اگر اس کا خاوند خواہ جوانی میں ہی فوت

ہو جائے تو اس کا اس دنیا میں اپنے خاوند کے بغیر جینے کا کوئی حق نہیں ہے۔لہذا اسے بھی عین جوانی کے ہی عالم میں (اگر اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو تو) مرد کے ساتھ زندہ جلا دیا جائے۔اگر چہ آجکل ایسا زیادہ تو نہیں ہوتا لیکن پھر بھی اس پر دوسری شادی نہ کرنے کی پابندی ضرور کر دی جاتی ہے۔یہ صورت حال ہندو دھرم کی ہے۔

(عرب میں عورت کی زبوں حالی)

دوسرے ممالک کی طرح عرب میں بھی عورت کا حال زبوں تھا لیکن یاد رہے عرب کے مختلف قبائل اور خاندانوں کو ایک طرح سے اہل عرب کہہ کر تمام لوگوں کو مذہبی تمدنی اور اخلاقی حالت میں یک جا کر دیتے ہیں۔مثلاً چند قبائل اگر اپنی لڑکیوں کو زندہ درگو رکر دیتے تھے اور عورتوں پر شبانہ روز ظلم وستم کی انتہا کر دیتے تھے تو ہم تمام عربوں کو اس میں شامل کر لیتے ہیں۔حالانکہ قطعاً ایسی بات نہیں ہے۔عورت کے متعلق اہلِ عرب کے خیالات ،احساسات اور نظریات کہیں پر نہایت ہی سادہ اور طبعی اور کہیں نہایت ہی غلط قسم کے تھے۔قبل از اسلام اہل عرب کسی شریعت کے پیروکار نہ تھے اور نہ ہی با قاعدہ طور پر کسی خاص ضابطہ اخلاق کے پابند تھے،بدلتے ہوئے حالات اور وقتی ضرورتوں کے پیشِ نظر ان کے نظریات وخیالات بدلتے رہتے تھے۔یعنی دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ چڑھتے سورج کے پرستار تھے جیسے کہ آج کل بھی ہیں،عورت سے میل جول اور رکھ رکھاؤ کے لئے ہر مذہب اور ہر قبیلہ نے اپنے طور پر علیحدہ علیحدہ نظریات اور قوانین بنائے ہوئے تھے۔ہر قبیلہ کے ہر فرد کو اپنے قوانین کی پابندی کرنا پڑتی تھی اور عرب جن میں زیادہ تر خانہ بدوش تھے نہ تو کسی قاعدے اور قانون کے پابند تھے اور نہ ہی اپنے نظریات کو دوسری قوموں کے نظریات کے سانچے میں ڈھال کر یکجا کر سکتے تھے۔

قرونِ اولیٰ میں عورت مرد کی نظر میں بدی کا مجسمہ تھی اور اکثر مذاہب کا خیال تھا کہ

یہ عورت ہی ہے جس نے انسان کے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کو جنت الفردوس سے نکلوا کر تمام بنی نوع انسان کو مصائب و آلام اور مشکلات میں پھنسا دیا ہے جس سے چھٹکارا حاصل کرنا ان کے لئے ناممکن ہے۔

عورت کو نہ صرف بدی کا بلکہ ناپاکی کا مجسمہ بھی کہا جاتا تھا۔ان کے خیال میں لوگوں میں شہوانی جذبات ابھارنے اور بھڑکانے والی ذات صرف اور صرف عورت کی ہے اور انسان جس سے شیطانی افعال سرزد ہوتے ہیں،ان سب کی ذمہ داری عورت پر ہے لیکن عرب اس نقطہ نظر سے قطعی طور پر نا آشنا تھے اور انہوں نے کبھی غیر قوموں کی تقلید میں عورت کو ناپاکی اور بدی کا مجسمہ ٹھہرانے اور محض اس بنا پر اس سے تحقیر آمیز سلوک کرنے کی قطعاً کوشش نہیں کی۔

رومیوں کی طرح عربوں نے عورت کے متعلق کوئی مخصوص اجتماعی پالیسی وضع نہیں کی۔رومی ایک وسیع و عریض سلطنت کے مالک اور حاکم تھے اور ان کے لئے سلطنت کے باشندوں اور ان کے مختلف طبقات کے حقوق و واجبات کا تعین کرنا ضروری تھا۔چنانچہ بنیادی حقوق وضع کرتے وقت انہوں نے عورت کو ان لوگوں کے زمرے میں رکھا جو ہر طرح کمزور اور دوسروں کی مدد کے ہر ہر وقت محتاج ہوتے ہیں۔انہیں عورت کی ذات سے کوئی دشمنی نہ تھی،لیکن اس کی خلقی کمزوری اس کے لئے وبالِ جان بن گئی اور کمزوروں ، ضعیفوں اور محتاجوں کے ساتھ جو سلوک ممکن ہو سکتا ہے وہی عورت سے کیا گیا۔

لیکن عرب اس تہذیب و تمدن سے بھی بالکل ناواقف تھے،جو ان کے ہمسایہ ممالک میں رائج تھی اور جس میں باشندوں کو کئی طبقات میں تقسیم کر کے ان کے ساتھ الگ الگ سلوک کیا جاتا تھا۔ان کی طبیعت بدویانہ تھی اور وہ ملکی قوانین کے بجائے اپنے نفس کی خواہشات کے پابند تھے اور نفسانی خواہشات وقت اور حالات کے مطابق رنگ بدلتی رہتی

تھیں۔کبھی تو وہ عورت سے لونڈیوں سے بھی بدتر سلوک کرتے تھے اور کبھی اس قدر تعظیم سے پیش آتے تھے کہ بیٹے کی نسبت باپ کے بجائے ماں سے کیا کرتے تھے۔تاریخ عرب میں خال خال ہمیں یہ واقعات بھی ملتے ہیں کہ کسی شخص نے عورت کی عزت بچانے کی خاطر اپنے رقیبوں سے کچھ اس طرح انتقام لیا کہ پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں چنانچہ بنو بکر اور بنو تغلب کی باہمی لڑائی اس کی مثال ہے۔یہ جنگ چالیس سال جاری رہی۔

یہ امر بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ عرب تھے جو اپنی عزت وناموس کی حفاظت کی وجہ سے غربت کے باعث اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے تھے اور یہ سلسلہ قیس بن عاصم سے شروع ہوا۔ایک جنگ کے دوران اس کی نہایت ہی خوبصورت اور جوان بیٹی کو اٹھا کر لے گئے۔قیس نے اس کو بچانے کی کوشش کی اور جب وقت آیا تو اس کی بیٹی نے ساتھ جانے سے انکار کردیا۔اس نے خانہ کعبہ کی دیواروں پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ اس کے ہاں جو بھی بیٹی پیدا ہوگی اس کو زندہ درگور کردے گا۔چنانچہ اس نے ایسا کیا۔

عربوں کی حالت نہایت خراب تھی۔ترکے میں سے ان کو کچھ نہ ملتا تھا۔عرب کی کہاوت تھی کہ میراث صرف اس کا حق ہے جو ہاتھ میں تلوار پکڑ سکتا ہو۔اسی بنا پر چھوٹے بچوں سمیت عورتوں کو بھی وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا۔لڑائیوں میں مفتوحہ قبیلہ کی عورتیں عین میدان جنگ میں فاتحین کے تصرف میں آجاتی تھیں،اگر صلح ہوجاتی تو عورتیں واپس کردی جاتیں۔

جہاں عربوں میں ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی جو اپنی عزت وناموس کی خاطر بیٹیوں کو زندہ درگور کردیا کرتے تھے۔وہاں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو فاقہ کشی غربت اور عیال داری کے باعث بیٹیوں کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرتے تھے۔اس کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ صعصعہ بن ناجیہ نوزائیدہ بچیوں کو ان کے والدین سے خرید لیا کرتا تھا اور خود ان کی پرورش

کرتا تھا۔ چنانچہ بعض روایات میں مذکور ہے کہ اس نے اس طرح لڑکیوں کو خرید کر ان کی جانیں بچائیں اگر عرب محض عزت وناموس کی حفاظت کی خاطر لڑکیوں کو قتل کیا کرتے تھے تو وہ کبھی انہیں مذکورہ بالا شخص کے پاس ہرگز نہ بیچتے کیونکہ اپنی عزت وناموس کی حفاظت کرنے والوں کے نزدیک اس سے زیادہ اور کیا بات عار کا موجب ہوگی کہ وہ اپنی لڑکی کو دوسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کردیں۔

خود قرآن کریم بھی اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ عرب اپنی لڑکیوں کو مفلسی کے باعث بھی قتل کیا کرتے تھے چنانچہ ارشاد خدا تعالیٰ ہے "تم اپنی اولاد کو غربت کے ڈر سے قتل نہ کرو" عرب جو کہ ایک جزیرہ نما صحرا تھا۔ وہاں دور دور تک پانی کا نام ونشان تک نہ ملتا تھا۔ عرب قبائل جہاں کہیں کوئی چشمہ اور نخلستان دیکھتے وہاں ڈیرہ لگا لیتے چونکہ چشمے بہت کم تھے اور آبادی زیادہ تھی اس لیے ہر قبیلہ کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ دوسرے قبیلے پر حملہ کرکے چشمہ پر خود قبضہ کرلے۔ لیکن چشمہ پر قابض قبیلہ بھی آسانی سے اپنی شکست تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوتا تھا جگہ چھوڑنا ان کے لئے موت اور ہلاکت کو خود آواز دینے کے مترادف تھی یہی وجہ تھی اس قسم کے قبائل میں قومی غیرت بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔ وہ اپنی اپنی عورتوں کی عزت وناموس کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز خیال رکھتے تھے۔ انہیں بجا طور پر یہ خیال رہتا کہ آج اگر ہم اپنی اور اپنی عورتوں کی عزت وناموس کی حفاظت کرنے میں ناکام رہے تو کل کو ہم اپنے قبیلے کی حفاظت کرنے میں بھی ناکام رہیں گے۔ ہمارے دشمن ہمیں تپتے ہوئے صحراؤں میں دھکیل کر ہماری ہلاکت کو نزدیک تر لے آئیں گے۔

جہاں عزت وناموس کی حفاظت پر کمربستہ رہنے کا سبب تنگی رزق تھا وہاں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا سب سے بڑا سبب یہ بھی سمجھا جاسکتا تھا کہ اگر دشمنوں نے ہم پر حملہ کیا تو ہوسکتا ہے ہم اپنی عورتوں کی عصمت اور ان کی عزت وناموس کی حفاظت کرنے میں

کامیاب نہ ہوسکیں اور دشمنوں کے ہاتھ آجائیں ۔اس صورتحال سے عہدہ برآں ہونے کا بہترین طریقہ انہوں نے یہی سوچا کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردیا جائے تا کہ آئندہ ان کی عزت وناموس پر کوئی حرف نہ آسکے۔

اسلام کی آمد سے پیشتر یہودیوں کے عقائد کے مطابق عورت کی معاشرتی حیثیت انتہائی پست تھی ۔ان کے ہاں عورت کی گواہی کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا جاتا تھا۔یہودی قانون کے مطابق تعدد ازدواج میں بیویوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں اور شادی شدہ عورت اپنے مال میں تصرف نہیں کرسکتی۔کیونکہ وہ کسی کے ساتھ عقد(معاہدہ) کرنے کی اہل نہیں ہے اور جو کچھ اس کی ملکیت میں ہے وہ اس کے شوہر کا ہے۔

بھارت کے قدیمی باشندے عورت کو بھی شودر ہی تصور کرتے تھے ۔ایک بھارتی وِدوان کا بیان ہے کہ عورت کے دو ہی کام ہندو دھرم کے مطابق تھے ایک یہ کہ عورت دل بہلاوہ ہے۔ شغل ہے اور مرد کو خوش رکھنے کے بغیر اور کچھ بھی نہیں ۔دوسرے جب عورت فارغ ہو تو وہ خاوند کے قدموں کی طرف بیٹھے ۔یا پھر اس کے پاؤں دبائے تا کہ اس کے خاوند کی رحمت ہمیشہ اس بدنصیب پر رہے اور وہ دھتکاری نہ بن جائے پس وہ ایک تو شغل کا سامان ہے اور دوسرے چرنوں کی داسی ہے.......ویدانتی ہندو شاستر نے عورت کو زندہ اور کثیف ظاہر کیا ہے۔‘‘(ترجمہ از رسالہ سنت سپاہی امرتسر ،اکتوبر ۱۹۵۲ء) بسا اوقات عورت کو پیدا ہوتے ہی اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑتے تھے۔ضرب المثل مشہور تھی۔

ڈھول ، گنوار، شودر، ناری

یہ سب تاڑن کے ادھیکاری

یعنی ڈھول ، جاہل ،شودر، حیوان اور عورت سے کام لینے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انہیں مار پیٹ کی جائے ۔اسی قسم کے خیالات کی بناء پر عورت کو پاؤں کی جوتی قرار دیا

جاتا تھا۔باپ کی ، خاوند کی یا اپنی اولاد کی وراثت میں سے وہ کوئی حصہ نہیں پا سکتی تھی۔پراچین زمانے کے ہندوؤں میں یہ رواج تھا کہ ایک عورت جس شخص سے بیاہی جاتی تھی،اس کے مرنے پر اسے اس کے ساتھ زندہ جلنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔

قبائل عرب:

بعض قبائل جو سفا کی اور بے رحمی اور وحشت میں لاثانی تھے۔یہ عورتوں پر کچھ اس انداز سے مظالم ڈھاتے تھے کہ روح تک بھی لرز اٹھتی ہے۔ایسے قبائل لڑائیوں میں اپنی حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر دیا کرتے تھے۔کبھی کبھی عورتوں کو گھوڑے کی دم سے باندھ کر گھوڑے کو اتنا سرپٹ دوڑاتے کہ ان کے ٹکڑے اڑ جاتے۔

غرض مجموعی حیثیت سے عورت بدترین مخلوق اور ہر قسم کے جبر و تعدی کا تختہ گاہ عشق تھی جس کے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی اس کو سخت رنج ہوتا اور شرم کے مارے لوگوں سے چھپتا پھرتا۔سورۃ النحل میں ہے،''اور جب اُن میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا منہ کالا پڑ جاتا ہے۔غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے اس خوشخبری کے رنج سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ اس کو قبول کرے یا زندہ زمین میں دفن کر دے۔''اور ایسے لوگ ذلت کو قبول کرنے کے بجائے فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے......

ابو حمزہ ایک رئیس تھا اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے گھر میں رہنا چھوڑ دیا اس پر اس کی بیوی اشعار پڑھ پڑھ کر بچی کو لوریاں دیتی تھی۔

ترجمہ:''ابو حمزہ کو کیا ہو گیا ہے......ہمارے پاس نہیں آتا......ہمسائے کے گھر میں رات بسر کرتا ہے وہ اس بات پر ناراض ہے کہ ہم بیٹے نہیں جنتے۔خدا کی قسم یہ ہمارے اختیار

کی بات نہیں ہے۔"

یہ کتنی ذلت کی بات تھی کہ وہ لوگ ہر چیز برداشت کر لیتے لیکن انہیں برداشت نہ تھی تو عورت وہ بھی اپنی لخت جگر۔

مزید عورت کی زبوں حالی کے واقعات

مشکل سے کوئی مسئلہ ایسا ملے گا جس میں اس قدر کثرت کے ساتھ لوگوں نے اتفاق رائے سے کام لیا، جتنا عورت کے مسئلہ میں وہ متحد الخیال ہیں۔ مطالعہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے شاذ صورتوں کے ہر شخص نے اسی پر زور دیا ہے کہ عورت کی فطرت مرد کے مقابلہ میں بہت کمزور اور ادنیٰ ہے۔ حتیٰ کہ زمانہ قدیم میں یہی امر مابہ النزاع تھا کہ عورت کے پاس نفس بھی موجود ہے یا نہیں۔

ہندو چین، یونان و روما میں بھی جو تہذیب و شائستگی کے گہوارے سمجھے جاتے تھے۔ عورت سے احتراز کرنے کی تعلیم دی جاتی تھی جیسا کہ ان کی روایاتِ علم الاصنام سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ خود جیوپٹر سے ایک دیوتا نے پوچھا کہ "سلسلہ تناسل کے مسئلہ میں تو ہمیں عورت کی طرف سے بے نیاز نہیں بنا دیتا" (اور شاید اسی غرور کی سزا ہے کہ اب میکانکی سے توالد وتناسل کا طریقہ زیر غور ہے جس میں مرد کی ضرورت بالکل باقی نہیں رہتی) ایک جگہ اور اسی قسم کے درخواست پیش کی گئی کہ "اس آفتاب کے نیچے مردوں پر عورتوں کی بلا کیوں مسلط کی گئی ہے۔

عورت سانپ سے بدتر

بروایت انڈرومیکی یونانیوں کا خیال عورت کے متعلق ان کے اس فقرہ سے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ "آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کے شر کا مداوا محال ہے۔"

عورت فتنہ وفساد

سقراط کہتا ہے کہ عورت سے زیادہ فتنہ وفساد کی چیز دنیا میں اور کوئی نہیں۔ وہ دفلی کا درخت ہے کہ بظاہر بے انتہا خوبصورت وخوش نما نظر آتا ہے، لیکن جب کوئی چڑیا اسے کھاتی ہے تو مرجاتی ہے۔ افلاطون کا قول ہے کہ "جتنے ذلیل وظالم مرد ہیں، وہ سب نتائج کے عالم میں عورت ہو جاتے ہیں۔" پھر عورت کی ذلّت کا خیال صرف حکماء وفلاسفر ہی کے دماغ میں مرکوز نہ تھا، بلکہ مذہبی دنیا میں بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا تھا۔ چنانچہ قدلیس برنار کہتا ہے کہ "عورت شیطان کا آلہ ہے"۔ یوحنا دمشقی کا قول ہے کہ:

عورت امن کی دشمن

"عورت کر کی بیٹی ہے اور امن وسلامتی کی دشمن" بلکہ روایات انجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ کا خود اپنی ماں کو جھڑک دینا ظاہر ہے۔

جانور کی طرح ذبح کی جاتیں

یورپ اور علی الخصوص رومۃ الکبریٰ جو عیسویت کا مرکز تھا اور جہاں مبلغین امن کی جماعتیں ہر جگہ تعلیماتِ مسیح کی تبلیغ کرتی ہوئی نظر آتی تھیں، اس لحاظ سے اس قدر گرا ہوا تھا کہ مشکل سے اس کی کوئی نظیر مل سکتی ہے۔ یہاں عورتوں کی حالت لونڈیوں سے بدتر تھی، ان پر ایک جانور کی طرح حکومت کی جاتی تھی اور یقین کیا جاتا تھا کہ اس طبقہ کو آرام وآسائش کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ذرا ذرا سے قصور میں یہ ذبح کر دی جاتی تھیں اور محض بے بنیاد الزامات پر آگ میں ڈال دیا جاتی تھیں۔ سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں جب جادو کا اعتقاد نہایت رسوخ کے ساتھ لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا تھا، اس وقت اکثر صورتوں میں غریب عورت ہی پر الزام رکھا جاتا تھا اور وہی ظلم کا شکار ہوتی تھی۔

عورتیں جلائی جاتیں

الگزینڈر ششم نے ۱۴۹۴ء میں، لوئی دہم نے ۱۵۲۱ میں، اڈرین ششم نے ۱۵۲۲ میں جس بے دردی کے ساتھ عورتوں اور ان کے بچوں کو سحر کے الزام میں ذبح کیا، اس سے تاریخ یورپ کے صفحات رنگین ہیں۔ ملکہ الزبتھ اور جیمس اوّل کے عہد میں ہزاروں عورتوں کا اس جرم میں جلایا جانا اور لانگ پارلیمنٹ کے زمانہ میں سولی دیا جانا تاریخ کے کھلے ہوئے واقعات ہیں۔

عورتوں پر ظلم

اسکاٹ لینڈ کا بادشاہ جیمس ششم جب ڈنمارک سے شادی کر کے واپس آیا تو اس سے کہا گیا کہ چند عورتوں نے راستہ میں جمع ہو کر طوفان برپا کرنے کا سحر کیا، چنانچہ یہ عورتیں گرفتار کی گئیں اور اقبالِ جرم کے لئے انھیں جسمانی سزائیں دی جانے لگیں اور جب اس تکلیف سے عاجز آ کر انھوں نے اقبال کیا تو سب کی سب ذبح کر دی گئیں۔

زندہ جلا دی گئیں

اس طرح انگلستان میں عورتوں کو سزا دینے کے لئے ایک خاص مجلس وضع کی گئی جس نے عورتوں پر ظلم کرنے کے لئے جدید قوانین مرتب کئے الغرض سارے یورپ نے اس صنف پر ستم کرنے کا عہد کر لیا تھا جس کا نتیجہ بقول ڈاکٹر اسپرنگ یہ ہوا کہ عیسائیوں نے ۹۰ لاکھ عورتوں کو زندہ جلا دیا۔

کسمپرسی

چونکہ زمانہ قدیم میں عورت ایک جنسِ کاسد کی حیثیت رکھتی تھی، اس لئے ظاہر ہے کہ اس کی اخلاقی حیثیت اس وقت کس درجہ زبوں رہی ہوگی۔ ایران میں بیوی اور بہن کے

درمیان کوئی امتیاز باقی نہ رہا تھا، مشرق کے نصاریٰ نہ ماں کو ماں سمجھتے تھے اور نہ بہن کو بہن اور ہندوؤں کے ہاں ایک عورت متعدد بھائیوں کی بیوی بن سکتی تھی۔ پھر لطف یہ ہے کہ نہ شریعت موسوی نے اس طرف توجہ کی نہ حضرت داؤد اس کا کوئی مداوا کر سکے اور جس طرح حضرت یعقوب کی نبوت اس باب میں کامیاب ثابت نہ ہوئی، اسی طرح مسیح کی صلح کُل رسالت بھی اس طبقہ کی فریاد کو نہ پہنچ سکی۔ اسی کے ساتھ ہندوستان میں نہ وید مقدس نے عورت کی اخلاقی حالت کو بلند کرنے کی کوشش کی اور نہ بودھ نے اس صنف کے لئے کوئی قانون مقرر کیا۔

عورتیں شیطان ہیں

سرزمین عرب میں بھی جہاں آخر کار نبی آخر الزماں (ﷺ) نے ادیانِ سابقہ کی اس فروگذاشت کی پوری تلافی کرنے کا عزم استوار کر لیا عورت کا شمار بدترین مخلوقاتِ عام میں سے تھا چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے:

ان النساء شیطین خلقن لنا

نعوذ باللہ من شر الشیاطین

جب رئیس بہراہ کی لڑکی نے انتقال کیا تو ابوبکر خوارزمی نے ان الفاظ میں اظہار تعزیت کیا کہ:۔

اگر تم اس کے ستر و حجاب اور اس کی صفاتِ حمیدہ کا ذکر کرتے۔ تو تمہارے لئے بہ نسبت تعزیت کے تہنیت زیادہ موزوں ہوتی، کیونکہ ناقابلِ اظہار چیزوں کا چھپ جانا ہی بہتر ہے اور لڑکیوں کا دفن کرنا ہی سب سے بڑی فضیلت ہے۔ ہم ایسے زمانہ میں ہیں کہ اگر کسی شخص کی بیوی، اس سے پہلے مر جائے تو گویا اس کی نعمتیں مکمل ہو گئیں اور اگر بیٹی کو اس نے قبر میں اُتار دیا تو گویا اپنے داماد سے پورا انتقام لے لیا۔

ایک شاعر کا قول ہے کہ:

تھوی حیاتی واھوی موتہا شفقا

والموت اکرم نزال علی الحرم

(وہ میری زندگی چاہتی ہے اور میں از روئے شفقت اس کی موت چاہتا ہوں کیونکہ موت عورت کے حق میں عزیز ترین مہمان ہے)

ان کے علاوہ بے شمار ذلتیں عورت کی قسمت میں لکھی تھیں جنھیں وہ بے چاری خاموشی سے برداشت کرتی رہیں۔ لیکن اسلام میں جتنی عورت کو اہمیت دی گئی ہے کسی مذہب میں اس کو نصیب ہونے کا امکان تک نہیں۔ لیکن افسوس اس خاتون پر کہ وہ اسلام کے احسانات بھلا کر ان دشمنانانِ اسلام کے گُن گاتی ہے جس نے اسے ذلت وخواری کے گھاٹ اتار رکھا تھا یعنی اسلام دشمن انگریز کی متوالی ہے اور اسلام سے سخت نفرت۔

اناللہ وانا الیہ راجعون٥

اسلام میں عورت کا مرتبہ

اسلام نے عورت کے حقوق کے لئے ایسا قانون پیش کیا اور تعلیم وتربیت کے جس اصول کو پیش نظر رکھا وہ یقیناً ضامن تھا عورت کی مکمل ترقی کا، ہمارے پاس مثالیں موجود ہیں کہ سرزمین عرب جہاں عورت کے ساتھ بدترین سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ اس تعلیم کی بدولت چند دنوں میں "نسائیت" کے وہ وہ نمونے پیش کئے کہ اب مشکل سے اُن کی نظیر مل سکتی ہے۔

اگر اسلام نے ایک طرف **طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ** کہہ کر عورت کے لئے تعلیم وترقی کا دروازہ مردوں کے دوش بدوش کھول دیا تو دوسری طرف اُن کو اخلاقی تعلیم دے کر یہ بھی بتایا کہ اس لحاظ سے اُن کی حالت "آبگینوں" کی طرح

ہے جو ذرا سی ٹھیس سے چُور چُور ہو جاتے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ اسلام نے عورت کا مرتبہ کس قدر بلند کر دیا اور اس طبقہ میں کیسی اصلاح کی۔

اسلام کی محبت

اور اسلام کی محبت تو ان کے دل میں ایسی رچ بس گئی کہ وہ جان دینے سے گریز نہ کرتیں۔ ہزاروں سختیاں قبول کر لیتیں لیکن اسلام سے انحراف انہیں گوارہ نہ تھا چنانچہ......

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے جب اسلام قبول کیا تو کفار نے انھیں سخت اذیتیں دینا شروع کیں یہاں تک کہ گرم ریت پر دھوپ میں کھڑا کر دیتے تھے اور وہ تلملایا کرتی تھیں۔ ایک دن وہ اسی حال میں زمین پر تڑپ رہی تھیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ہوا آپ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ "سمیہ گھبراؤ نہیں صبر کرو، جنت تمہارا ٹھکانہ ہے۔" یہ وہ اذیت تھی کہ اگر مرد بھی کوئی اُن کی جگہ ہوتا تو اسلام کو ترک کر دیتا لیکن وہ آخر وقت تک ثابت قدم رہیں اور کوئی اذیت انہیں اسلام سے منحرف نہ کر سکی۔ یہ تھی عزم و استقلال کی وہ روح جو اسلام نے اپنی ماؤں کے اندر پیدا کی تا کہ اُن کی اولاد بھی اسی ارادہ و ثبات کو لے کر پیدا ہو جس سے ایک قوم کا مستقبل تیار ہوتا ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبل اسلام لانے کے اپنی بہن کو جس قدر تکلیفیں پہنچائیں، وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہیں اور صُلح حدیبیہ کے بعد بہت سی صحابیات کا اپنے کافر شوہروں کو چھوڑ دینا بھی تاریخ کا روشن واقعہ ہے۔

عبادات

عبادات کے سلسلہ میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد مخصوص چیزیں ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اُن کی پابندی کماحقہٗ ادا کرنا بہت مشکل ہے، لیکن آپ دیکھیں گے کہ اس باب میں اسلام نے اپنی عورتوں کے اندر بھی وہ روح پیدا کر دی تھی، جو دوسرے مذہب کے

مردوں میں بھی نظر نہیں آتی ۔اس کے ساتھ جذبہ ایثاروفدیت کا جو رنگ تھا وہ اور سونے پہ سہاگہ تھا۔

عورت کی قدردانی

اسلام نے عورت کی اتنی قدر بڑھا دی کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ جیسے ذی جاہ وجلال اس کے سامنے خود کو ایک معمولی انسان دکھاتے ہیں چنانچہ......

جذبہ جہاد

جب غزوہ اُحد میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کفن کے لئے دو کپڑے لائیں تو آپ نے دیکھا کہ اُن کی لاش کے پاس ایک اور انصاری کی بھی برہنہ لاش پڑی ہوئی ہے، آپ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اپنے بھائی کو وہ دو دو کفن دیں اور اس انصاری کو نظر انداز کردیں ۔چنانچہ آپ نے ایک کفن اس انصاری کے لئے قرعہ کے ذریعہ سے علیحدہ کردیا۔

امام بیہقی نے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ اصحاب کے ساتھ جارہے تھے ۔راستہ میں ایک عورت ملی جس نے عمر رضی اللہ عنہ کو روکا۔آپ رُک گئے اور سر جھکا کر دیر تک باتیں سنتے رہے اور جب تک اُس نے بات ختم نہ کی آپ کھڑے رہے۔ ساتھیوں میں ایک نے عرض کیا۔آپ نے قریش کے سرداروں کو اس بڑھیا کے لئے اتنی دیر کھڑا کیا فرمایا: جانتے بھی ہو یہ کون ہے؟ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہے ۔یہ وہ عورت ہے جس کی شکایت سات آسمانوں پر سنی گئی ۔خدا کی قسم! اگر یہ رات تک مجھے کھڑا رکھتی تو میں کھڑا رہتا بس نمازوں کے اوقات میں اس سے معذرت کرلیتا۔ابنِ عبداللہ نے استیعاب میں قتادہ کی روایت نقل کی ہے کہ یہ خاتون راستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملیں تو آپ نے ان کو

سلام کیا۔ یہ سلام کا جواب دینے کے بعد کہنے لگیں "اے عمر! ایک وقت تھا جب میں نے تم کو بازار عکاظ میں دیکھا۔ اس وقت تم عمیر کہلاتے تھے۔ لاٹھی ہاتھ میں لئے بکریاں چراتے پھرتے تھے۔ پھر کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ تم عمر کہلانے لگے۔ ذراعیت کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور یاد رکھو جو اللہ کی وعید سے ڈرتا ہے اس کے لیے دُور کا آدمی بھی قریبی رشتہ دار کی طرح ہوتا ہے اور جو موت سے ڈرتا ہے۔ اس کے حق میں اندیشہ ہے کہ وہ اسی چیز کو کھودے گا جسے بچانا چاہتا ہے۔" اس پر جارو دعبدی، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، بولے: اے عورت تو نے امیر المؤمنین (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ بہت زبان درازی کی۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "انہیں کہنے دو! جانتے بھی ہو، یہ کون ہیں؟ ان کی بات تو سات آسمانوں کے اوپر سنی گئی تھی۔ عمر کو تو بدرجہ اولی سننی چاہئے۔" امام بخاری نے بھی اپنی تاریخ میں اختصار کے ساتھ اس سے ملتا جلتا قصہ نقل کیا ہے۔

غور فرمایئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بارعب بزرگ ایک معمولی سی نسبت سے ایک عورت کے سامنے سرنگوں ہیں۔

اسلامی عہدے عورت کے ہاتھ میں

اسلام کی تاریخ میں عورتیں فقیہہ اور محدث کے فرائض سرانجام دینے کے علاوہ محتسب کے عہدہ پر بھی فائز رہی ہیں۔ اور علمی خدمات کا مرتبہ عہدہ یعنی شعبہ تدریس تک عورت کو نصیب ہوا۔ مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ عورتیں مسجدوں میں درس دیتیں، وعظ کرتیں اور مشہور مرد طالبانِ علم ان کے حلقۂ درس میں شرکت کرتے اور ان سے اسناد یا اجازت نامے حاصل کرتے۔ تا کہ جس نصاب میں انہوں نے شرکت کی تھی اسے دوسروں کو سکھائیں۔ نہایت مشہور عورتوں میں سے ایک شہدہ بھی تھیں۔ جن کا لقب ان کی وسیع علمی شہرت اور پاکیزہ خط کی وجہ سے "افتخار النساء" اور کاتبہ تھا۔

شہدہ کی ایک ہم عصر خاتون زینت نیشا پوری نے تعلیم دینے کی اجازت کئی ممتاز مردوں سے حاصل کی تھی۔ جس کے تلامذہ میں اس دور کا سوانح نگار ابن خلکان بھی شامل ہے۔ سیاح ابن بطوطہ ۱۳۲۶ء میں شام سے گزرتے وقت دمشق میں دو عورتوں کے درس میں شریک ہوا۔ روحانی زندگی میں عورت بلند ترین مراتب تک پہنچی۔ مسلمانوں کا تذکرہ وتراجم ولی عورتوں کے ناموں سے بھرا پڑا ہے۔ حضرت رابعہ رحمتہ اللہ علیہا آٹھویں صدی کے بصرہ کی ایک ممتاز صوفی خاتون تھیں۔ ان کے بہت سے مرید تھے جو ان سے روحانی علم حاصل کرتے تھے۔ ان کے علاوہ اسلامی تاریخ عورتوں کی عزت افزائی واحترام کے بیانات سے منہ بولتی تصویر ہے۔

میری مراد

فقیر نے تمہید طویل کر دی تا کہ عورت اپنا ماضی اور مستقبل خوب سمجھ سکے جب اسلام نے اس کی عزت افزائی فرمائی ہے تو اسے اسلام کی شیدائی ہونا چاہیے۔ بالخصوص جب ماں بننے کا شرف نصیب ہو تو وہ اپنی اولاد کی تربیت اسلامی طریقے سے کرے، تا کہ اس کی اولاد حضور غوث جیلانی اور سیدنا اجمیری اور غزالی ورازی (رحمھم اللہ) کا نقشہ پیش کرے۔

فقیر ''اچھی مائیں'' کا مضمون سپردِ قلم کرتا ہے۔ خدا کرے کہ فقیر کی یہ کوچہ نویسی اچھی ماؤں کے کام آئے۔ فقیر اور ناشر کے لئے توشۂ آخرت اور عوام اہل اسلام کے لئے مشعلِ راہِ ہدایت ثابت ہو۔ آمین۔

بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

یکم جمادی الاول ۱۴۲۵ھ بروز اتوار قبل صلوٰۃ العصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ وعلی من عندہ۔

امابعد! اسلام نے اللہ جل جلالہ ورسول (ﷺ) کے بعد ماں باپ (معنوی ہو یا ظاہری) کی تعظیم وتکریم اور بڑا احسان کا حکم فرمایا ہے۔متعدد مقامات پر قرآن مجید میں اس کا ذکر آیا ہے احادیث کا تو شمار نہیں۔اللہ عزوجل نے فرمایا:

۱)وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْکِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْ ھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًاo وَّاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًاo (پ:۱۵۔رکوع:۳)

ترجمہ: تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا کرو۔ اگر تیری موجودگی میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کے آگے ہُوں تک نہ کہنا اور نہ اِن کو جھڑکنا اور اِن سے خوب ادب واحترام سے بات کرنا اور ان کے سامنے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور ان کے لئے دعا کرتے رہنا کہ اے پروردگار! اِن دونوں پر رحمت فرما جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا۔

فائدہ: اس آیت میں پروردگار عالم عزوجل انسان کو تاکید فرمارہا ہے کہ سب سے بڑھ کر آدمی پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرے یعنی اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے۔پھر ماں باپ کا حق ہے جب ماں کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی ہر طرح کی پرورش اور تربیت دنیا میں ماں باپ کرتے ہیں۔اس لئے ان کی فرمانبرداری اور شکر گذاری کی تاکید فرمائی ہے۔

۲)وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ؕاِلَیَّ الْمَصِیْرُ۔ (پ:۲۱)

ترجمہ:ہم نے انسان کواس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ،اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دُودھ چھوٹنا ہے تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر۔(یاد رکھ)میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔

فائدہ:اس آیت میں ماں کا حق باپ سے زیادہ فرمایا اس لئے کہ وہ کئی مہینے تک پیٹ میں لئے پھرتی تھی اور تھک تھک جاتی تھی اور بڑی تکلیف کے ساتھ اس کو جنا اور پھر دو سال تک اپنی چھاتی سے دودھ پلایا اور کیسی کیسی سختیاں اور تکلیفیں جھیل کر بچے کی تربیت فرمائی اور اپنے آرام پر اس کے آرام کو ترجیح دی۔اس لئے ماں کا احسان اور اس کی شکر گزاری باپ سے زیادہ ہوئی۔

۳)وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (پ:۲۶۔ع:۲)

ترجمہ:ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا۔اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا اور اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے پورا ہوتا ہے۔یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا عرض کی اے میرے پروردگار مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام فرمائے ہیں اور یہ

کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو جائے اور تو میری اولاد میں بھی صلاح (نیکی) رکھ، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں۔

فائدہ: ماں باپ سے احسان اور ان کی تعظیم وتکریم کی ایک علت تربیت کو بتایا گیا ہے۔ تربیت ماں باپ دونوں کرتے ہیں۔

تربیت اولاد

بچے بچی کی ابتدائی تربیت ماں کے ذمہ ہے یہ اس حدیث کے عموم میں داخل ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یوں روایت کرتے ہیں:

قال سمعت رسول اللہ ﷺ المرأة راعیةٌ فی بیت زوجھا وولدہٖ کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ۔

ترجمہ: فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم (ﷺ) سے سنا کہ عورت خاوند کے گھر کی نگہبان وذمہ دار ہے اور اس کی اولاد کی بھی، تم تمام کسی نہ کسی رعیت کے امیر ہو اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جانے والا ہے۔

اس حدیث میں ماں کو راعیۂ (نگہبان وذمہ دار) اور اولاد کو رعایا قرار دیا گیا ہے اور یہ خبر دی گئی ہے قیامت کے دن اس سے اس کے بارے میں باز پُرس ہو گی۔ اچھی تربیت دینے کی صورت میں اولاد اس کے لئے صدقۂ جاریہ اور بلندئ درجات کا سبب ثابت ہو گی، اور دوسری صورت میں وبالِ جان۔

اسی لئے ماں کا فرض ہے کہ بچے، بچی کی تربیت اسلامی ماحول کے مطابق کرے کیونکہ غیر اسلامی ماحول میں پرورش پانے والی اولاد ماں باپ کے حقوق سے بالکل بیگانہ اور ان کی خدمت سے لاتعلق ہوتی ہے۔ اس بات کا علم غیر اسلامی ممالک اور اپنے ماحول کے مشاہدہ اور اخبارات کے مطالعہ سے ہوتا ہے جہاں اولاد کثرت سے ماں باپ کی

نافرمانی کرتی ہوئی نظر آتی ہے اور یہ نافرمانی اب صرف زبان تک ہی محدود نہیں نہ رہی بلکہ عاشق معشوق کے سلسلہ میں گمراہ بیٹے بیٹیوں کے ہاتھوں ماں باپ کا قتل معمول بن چکا ہے جب کہ نیک اولاد کے حالات اس کے برعکس ہوتے ہیں۔

تاکید تربیت

دور حاضرہ میں اولاد کی تربیت کی طرف توجہ نہیں شاید اسے ایک معمولی امر سمجھا جاتا ہو۔کوئی صاحب دل خود ہی غور فرمائے تو بات واضح ہو جائے گی بالخصوص مائیں خصوصیت سے توجہ فرمائیں کہ قرآن وحدیث کی رُو سے اولاد کی تربیت کی اکثر ذمہ داری والدہ پر عائد ہوتی ہے۔چنانچہ بہت سے ائمہ کرام اس کی تائید کرتے ہیں مثلاً

علامہ ابن الجماعہ

اپنے زمانہ کی عورتوں کی تربیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج کل سب سے اہم کام بچوں کی تربیت ہے۔اس لئے ماؤں کو صبح صادق سے لے کر شام تک اسی کام کیلئے محنت کرنی چاہیے۔علامہ ممدوح اس سلسلے میں مزید لکھتے ہیں کہ ماؤں کو چاہیے کہ بچوں کو آہستہ بولنا اور راستہ میں نظر جھکا کر چلنا سکھائیں۔

علامہ ابن خلدون

فرماتے ہیں کہ دنیا میں تربیت اولاد سے بڑھ کر کوئی چیز اہم نہیں اور بچوں کی دماغی صلاحیتوں کی حفاظت جس قدر ضروری ہے اتنی اور کوئی چیز نہیں۔اسی وجہ سے ایک مسلمان ماں دن رات اسی کام میں منہمک رہتی ہے اور وہ اپنے بچے کی تربیت اس غرض سے نہیں کرتی کہ اس کا بچہ اس کے مستقبل کا سہارا بنے گا بلکہ اس لئے کرتی ہے کہ یہ اس کی قوم کی امانت ہے اور یہ اس کا اسلامی فرض ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ

اپنے فلسفہ میں کہتے ہیں کہ ماؤں کو اولاد کی تربیت کرتے وقت یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ یہ بچے ان کے ہیں بلکہ یہ ان کی قوم کے ہیں ان کی خرابی ان کی اپنی نہیں بلکہ قوم کی خرابی ہے اور بچے کو خراب تربیت دینا قوم کی خیانت ہے جس کا بدلہ چکایا نہیں جا سکتا۔ اس لئے بچے کو شروع سے ہی صحیح عقائد و عبادات، حسنِ اخلاق، حسنِ معاشرت اور حسنِ سلوک وحسنِ عمل کا ایسا مجموعہ بنا دینا چاہیے کہ تا عمر اس سے ان صفات کا ظہور رہوتا رہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

اپنے مقالات میں لکھتے ہیں کہ ماں کی گود بچے کا ابتدائی مکتب ہے اگر ابتدا سے ہی بہتر تربیت ہو جائے تو آخر تک اسی طرح تعلیم بہترین ہوتی جائے گی ورنہ دوسری صورت میں بچے کی اصلاح بعد میں ناممکن ہے۔

مذکورہ بالا تمام اقوال سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ تربیت اولاد کی یہ ذمہ داری سب سے زیادہ ماں پر عائد ہوتی ہے کیونکہ بچے کا اکثر وقت ماں کے پاس ہی گزرتا ہے اور ماں کی گود ہی بچے کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے کیونکہ وہی بچے کو اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سکھاتی ہے۔ اگر بچے کو یہی حرکات وسکنات اسلامی تعلیمات کے مطابق سکھا دی جائیں تو اسی کا نام ''تربیتِ اسلامی'' ہے۔

مشترکہ ہدایات برائے تربیتِ اولاد

تربیت اولاد کی تفصیل تو فقیر نے اپنی دو تصانیف ''ہدیۃ العباد فی تربیت الاولاد'' اور ''نفع العباد فی تربیۃ الاولاد'' میں لکھ دی ہے یہاں چند ہدایات بقدر ضرورت عرض کر دوں۔ سب کو معلوم ہے کہ انسان کی پیدائش مادہ منویہ سے ہوتی ہے اور اس مادہ کی اصل

خوراک ہے اگر خوراک حلال کمائی سے ہے تو بچے غوث جیلانی اور رابعہ بصریہ اور معین اجمیری (رحمتہ اللہ علیہم) جیسے پیدا ہوتے ہیں۔ ورنہ ڈاکو، چور اور لفنگے، بدمعاش وغیرہ۔ فلہٰذا ماں باپ دونوں کو چاہیے کہ نیک اولاد کی پیدائش کی خواہش میں پہلے اپنی اصلاح فرمائیں یہی وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ مرد نیک صالح عورت سے نکاح کرے اور عورت نیک صالح مرد سے۔

جن بندگانِ خدا کو نکاح جیسی دولت نصیب ہو تو وہ جماع (صحبت) میں ذیل کی ہدایات پر عمل کریں۔

۱)......جماع سے نیک اولاد کی پیدائش کی نیت ہو۔

۲)......جماع سے قبل زن و شوہر نماز کا وضو کریں۔

۳)......کسی ایسے تنہا مکان میں جہاں کسی کا وہم و گمان نہ ہو، بہتر وقت شب کا آخری حصہ اور شب جمعہ ہو۔

۴)......قبلہ رُو نہ ہو۔

۵)......جماع سے پہلے زن و شوہر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ جَنِّبِ الشَّیْطَانَ وَجَنِّبْنَا عَنْہُ (ورنہ شیطان شریک ہوتا ہے اور بچہ ام الصبیان اور مرگی کے مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔) (کذافی حاشی البراس)

۶)......جماع کے وقت کسی نیک بزرگ کا تصور بندھا ہو۔

۷)......بعد فراغت اگر لڑکے کی پیدائش کا ارادہ ہو تو عورت فوراً دائیں پہلو پر لیٹ جائے اگر لڑکی کا ارادہ ہو تو بائیں کروٹ اگر اولاد کی پیدائش کا ارادہ نہ ہو تو عورت فوراً سیدھے پاؤں کھڑی ہو جائے۔

۸)......بعد فراغت تھوڑی دیر بعد غسل کریں اس میں صحت و تندرستی بھی ہے اور مرتے

وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بھی زیارت ہو گی۔ ورنہ کم از کم وضو ضرور کر لیں۔
(کذا فی الحاوی للفتاوی للسیوطی)

۹)...... جماع کے وقت باتیں نہ کریں۔ (کذا فی کتب الطب)

انتباہ

اولاد کی کثرت کے خطرہ سے منصوبہ بندی کی ادویہ استعمال کرنا حرام اور سخت حرام ہے۔ اولاد ایک نعمتِ عظمیٰ ہے اس کی روک تھام اللہ تعالیٰ کی غیرت کو چیلنج کرنا ہے وہ بے نیاز ہے اس کی قدرت کا کون مقابلہ کر سکتا ہے پھر کل قیامت میں اپنے نبی کریم (ﷺ) کے سامنے رسوائی سوا۔ حضور نبی اکرم (ﷺ) کثرت اولاد سے خوش ہوتے ہیں۔ (اس کے لئے فقیر کا رسالہ "قہر خداوندی در عمل منصوبہ بندی" کا مطالعہ ضروری ہے۔)

کما قال علیہ السلام تناکحوا وتناسلوا فانی أباھی بکم الا مم یوم القیمۃ

شادیاں کرو اور بہت بچے جنو۔ کل قیامت میں تمہاری کثرت سے دوسری امتوں پر فخر کرونگا۔

جب نطفہ ماں کے پیٹ میں ٹھہر جائے تو عورت اپنی غذا میں حلال کھانے پینے کی خصوصی احتیاط کرے اور یاد الٰہی اور عبادت خداوندی کی کثرت کرے تا کہ اس کے نیک اثرات بچہ پر پہونچیں۔ (ایسا کرنے سے اولا دولی پیدا ہوتی ہے۔)

مزید مشترکہ ہدایات

۱)...... دنیا کا ہر انسان انبیاء علیہم السلام ہوں یا اولیاء کرام ہوں، شاہان زماں ہوں یا بہادران دوران سب کو بچپن سے گزرنا پڑا اور چونکہ انسان کا بچپن ہی آنے والی زندگی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ اسی لئے اکثر و بیشتر بچپن سے ہی اس کے آثار نمودار ہوتے ہیں اسی لئے ماں باپ پر لازم ہے کہ بچپن سے ہی بچے کی اچھی تربیت کریں۔

۲)......جو بات بچپن میں ہی اثر کر جاتی ہے وہ نقشِ پتھر ہوتی ہے اسی لئے والدین کا فرض ہے کہ بچوں کے سامنے ایسے اقوال وافعال اور طور اطوار پیش کریں جن سے وہ تمہاری عمر میں آ کر انہی خطوط پر زندگی بسر کریں بالخصوص ماں کا دودھ بچے کے لئے اچھے کردار، تربیت اور بہترین زندگی کا سرمایہ ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ "انسان کا پہلا استاد ماں کی گود ہے۔"

۳)......بچے جب سِنِ شعور کو پہونچیں تو انہیں نیک لوگوں کے حالات سنائے جائیں۔

فقیر کو نا حال یاد ہے کہ فقیر کے والدگرامی (رحمتہ اللہ علیہ) مجھے اور میرے برادر محترم کو رات اور دن کے فارغ اوقات میں حضور نبی پاک شہ لولاک (ﷺ) اور دیگر انبیاء علیہم السلام ،صحابہ کرام، اہلِ بیت اور اولیاء کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات اور حالات سناتے رہتے جس کی برکت ہوئی کہ فقیر بچپن سے ہی تحصیلِ علوم اسلامیہ اور حفظ القرآن سے نوازا گیا۔ اور الحمد للہ بلا تکلف چھوٹی عمر میں اور تھوڑے سے عرصہ میں حفظ القرآن اور علوم عربیہ اسلامیہ سے بہرہ ور ہو گیا تھا۔

۴)......سِن شعور سے ہی اپنے بچوں ،بچیوں کے سامنے ایسے قول وفعل نہ کرے کہ وہ آئندہ چل کر اپنی طبائع کو برائیوں کی طرف مائل کر دے۔

۵)......خود پڑھا لکھا ہے تو الحمد للہ ورنہ کسی نیک سُنّی بزرگ سے علم دین پڑھانا شروع کرا دے۔یا کسی قریبی دینی درس گاہ میں داخل کرا دے کیونکہ......

اولاد کے حقوق میں یہ بھی ہے کہ اولاد کو علم دین پڑھائے اور اس کی اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کی سیرت پر تربیت فرمائے۔ حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

۱) بخردی درش زجر وتعلیم کن
بہ نیک و بدش وعدہ وبیم کن

۲) بیاموز پرورده را دست رنج
وگر دست داری چو قارون گنج

۳) بپایاں رسد کیسۂ سیم و زر
نگر و د تہی کیسۂ پیشہ و ر

۱) بچپن سے ہی اسے تعلیم دے اور اس وقت اسے نشیب وفراز سمجھا۔

۲) اپنے پروردہ کو کاروبار میں لگادے اگر چہ تیرے ہاتھ میں قارون کا خزانہ ہے۔

۳) کیونکہ بالآخر سیم وزر کی تحصیل ختم ہوجائے گی لیکن پیشہ (علم) والے کی جیب ختم نہ ہوگی۔

جب بچہ پیدا ہو تو چاہیے کہ اللہ عزوجل کے کسی مقبول اور صالح بندے کے پاس اس کو لے جائیں اس کے لئے خیر و برکت کی دعائیں بھی کرائیں اور تحنیک بھی کرائیں یہ ان سنتوں میں سے ہے جس کا رواج بہت کم ہی رہ گیا ہے۔

حالانکہ یہ اہم سنت ہے اور اسی سے ہی بچہ کی قسمت کا ستارہ روشن ہوتا ہے۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کو والدہ نے بچپن کے دوران فرمایا۔ بیٹا نماز پڑھا کرو عرض کیا کہ نماز سے کیا ملے گا فرمایا شکر۔

حضرت بابا گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے نماز پڑھنا شروع کر دی تو روزانہ نماز کے بعد شکر کی پڑیا والدہ مصلّٰی کے نیچے رکھ دیا کرتی ایک دن نہ رکھ سکیں تو اللہ عزوجل نے مصلّٰی کے نیچے سے شکر کا دریا بہا دیا۔

اسی لئے آپ کو "گنج شکر" کہا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ والدہ مرحومہ کی تربیت سے ہوا۔

تربیت جسمانی، ہدایات حمل تا ولادت

استقرارِ حمل کا زمانہ

بچے کی نگہداشت اور نشو ونما بعد از پیدائش کو بہتر بنانے کے لئے کوششیں بچے کے پیدائش سے پہلے شروع کر دی جاتی ہیں لہٰذا نو ماہ کی مدت میں بننے والی ماں کی خوراک میں

حراروں کی تعداد زیادہ ہونی چاہیے۔اس کے لئے چوتھے ماہ سے پیدائش تک کا عرصہ زیادہ اہم ہے چوتھے ماہ سے ماں کی خوراک میں ایک دو چپاتی کا اضافہ ،لحمی اجزاء یعنی گوشت ،انڈا اور دالوں میں تقریباً ۲۰ فیصد اضافہ اور دودھ تقریباً ایک پاؤ روزانہ کردینا چاہیے چونکہ ان دنوں میں فولاد کا استعمال بڑھ جاتا ہے اس لئے عام طور پر فولادی گولیاں اور ان کی خوراک ڈاکٹر سے مشورہ کے مطابق استعمال کرنی چاہیے۔یاد رہے کہ حمل کی ابتداء سے ہی اپنے ماہر زچگی سے باقاعدہ اپنا معائنہ کراتے رہنا بھی اچھے نتائج کے لئے اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ اپنی غذا کے بارے میں خیال رکھنا۔آخری تین ماہ میں خوراک کی طرف دھیان کے ساتھ ساتھ تشنج کے دو حفاظتی ٹیکے ایک ماہ کے وقفے سے لگوانا بہت ضروری ہیں۔ان ٹیکوں سے بچے کو نومولودی تشنج سے بچایا جاسکتا ہے اوپر کی سطروں میں ہم نے حمل کے دوران پیدا ہونے والی تبدیلیوں اور بیماریوں کے بارے میں بحث نہیں کی ہے جس کے لئے آپ کو اپنے ماہر زچگی سے مشورہ کرنا ہوگا۔

نومولودگی کا زمانہ

یہ زمانہ پیدائش سے لے کر سات دن تک رہتا ہے۔اس مدت میں اگر بچہ اور اس کی پیدائش نارمل ہو تو بچے کو زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے کے بعد ماں کا دودھ پلانے کی کوشش شروع کی جاسکتی ہے۔اگر ماں کی چھاتیاں اور ان کے نپل نارمل ہوں تو ان کو ابلے ہوئے پانی سے دھو کر بچے کے منہ میں دیا جاسکتا ہے۔پیدائش کا عمل اگر خیریت سے گزرا ہو اور بچہ وزن اور صحت کے لحاظ سے نارمل ہو تو دو گھنٹے بعد جراثیم سے پاک ابلا ہوا پانی دینا چاہیے۔اگر وہ پانی پی لے تو اسکے بعد بچے کو ماں کا نپل منہ میں دینا چاہیے۔ڈبلیو۔ایچ۔او کی تحقیق کے مطابق دو گھنٹے بعد بلکہ صرف نصف گھنٹہ بعد اگر زچہ و بچہ نارمل ہوں تو ماں کا دودھ پلانے کی کوشش شروع کر دینی چاہیئے اور دوسرے سے تیسرے دن تک ماں کا دودھ

اس مقدار میں آنے لگتا ہے کہ بچہ مطمئن رہتا ہے۔ پیدائش کے دو تین دن تک بچہ کی بھوک بھی کم ہوتی ہے چوتھے پانچویں دن سے بچہ دن میں چھ سے نو بار دودھ پیتا ہے۔ اگر ماں کا دودھ وافر مقدار میں ہو تو مطمئن رہتا ہے ماں کو اس بات کا اطمینان ہونا چاہیے کہ وہ جتنا دودھ پلائے گی دودھ اتنا ہی زیادہ ہے۔

دودھ پلانے کا طریقہ

ماں کو موسمی حالات کا خیال رکھتے ہوئے ایسی پوزیشن میں دودھ پلانا چاہیے کہ بچے کی گردن اور سر ماں کے بازو میں کہنی کے مقابل ہو اور بچہ نیم دراز حالت میں ہو یعنی نہ سیدھا لیٹا ہو اور نہ ہی بالکل بیٹھا ہو۔ بلکہ درمیانی حالت میں ہونا چاہیے۔ ماں اگر ایک آرام کرسی پر بیٹھی ہو تو زیادہ مناسب ہے چونکہ ماں کے لئے سب سے زیادہ آرام دہ پوزیشن یہی ہے اگر بچہ بائیں پستان پر ہو تو بچے کا سر ماں کے بائیں بازو پر ہو اور باقی دھڑ بائیں کلائی اور ہتھیلی سے سہارا ہوا ہو۔ دائیں ہاتھ سے پستان کو سنبھال کر پہلی دو انگلیوں کی مدد سے نپل کی جڑ کے پاس سے پکڑیں اور بچے کے منہ میں دیں۔

نومولودگی کے زمانے کے بعد سے لے کر چار ماہ تک

اس دوران ماں کا دودھ پینے والے بچے کا وزن اگر مناسب رفتار سے بڑھ رہا ہے تو اس کا مطلب ہے ماں کا دودھ بچے کے لئے کافی ہے عام طور پر پہلے سال میں بچے کا وزن نصف کلوگرام فی ماہ کے حساب سے بڑھتا ہے اگر ماں کا دودھ ناکافی ہو تو میں عام طور پر ماں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ماں اپنا دودھ پلانے کے بعد گائے بھینس یا ڈبے کا دودھ استعمال کرے۔ تاکہ ماں کے دودھ کی مقدار میں جو کمی ہو وہ اس دودھ سے پوری کی جاسکے۔

اوپر کے دودھ دینے کا طریقہ

گائے کے خالص دودھ میں ابتدائی دو سے تین ماہ تک دو حصہ دودھ اور ایک حصہ پانی ڈالنا چاہیے اس طرح بننے والے ایک پاؤ دودھ میں ایک چائے والا چمچہ چینی کا ڈالیں ۔بھینس کا دودھ اگر خالص ہو تو اس میں نصف دودھ اور نصف پانی ہونا چاہیے ۔ایک پاؤ دودھ میں چائے کے دو چمچے برابر چینی ڈالیں دو تین ماہ بعد دونوں دودھ بغیر پانی کے دے سکتے ہیں ۔اگر دودھ بازار کا عام ہو تو اس میں پانی ملانے کی ضرورت پیش نہیں آتی ۔ڈبے کا دودھ ابلے ہوئے پانی میں حسب ہدایت استعمال کرنا چاہیے۔

کیا دودھ پلانے کے لئے فیڈر استعمال کیا جائے؟

نہیں بہتر تو یہ ہے کہ دودھ ماں کا پلایا جائے اگر کسی وجہ سے ضرورت اوپر کے دودھ کی ہو تو زیادہ محفوظ طریق کار کپ اور چمچے کا ہے اگر چہ نسبتاً یہ زیادہ محنت طلب طریقہ ہے مگر اس طرح دودھ پلانے سے اسہال کی شکایت کے امکان کم ہو جاتے ہیں اور صحت اچھی رہتی ہے۔کپ کو صاف کرنا آسان ہوتا ہے اور بوتل اور نپل ابالنے سے آدمی بچ جاتا ہے۔ اگر فیڈر ہی استعمال کرنا ہو تو فیڈر یعنی بوتل اور نپل کے چار پانچ سیٹ ہونے چاہیے۔ اوران تمام کو صاف کرنے کے بعد ۵ سے ۱۰ منٹ تک پانی میں ابالا جائے ۔جیسے ہی سارے فیڈر استعمال ہو جائیں ان کو صاف کر کے ابال کر پھر تیار کریں ،ساتھ ہی دودھ دیتے وقت یہ احتیاط کی جائے کہ کپ اور چمچے پر مکھیاں نہ بیٹھیں ،نپل پر گندے ہاتھ نہ لگیں اور ایک مرتبہ کا بچا ہوا دودھ بغیر ابالے دوسری بار استعمال نہ کیا جائے ۔اگر بچہ صرف اوپر کے دودھ پر ہو تو بچہ پہلے ماہ میں تقریباً نصف سیر ،دوسرے تیسرے ماہ میں تین پاؤ اور چوتھے ماہ میں تین پاؤ سے ایک سیر تک دودھ پی لیتا ہے۔

پانچویں ماہ سے دو سال تک

اس عرصہ میں دودھ کے علاوہ ٹھوس غذا بھی شامل ہوتی ہے چونکہ عام طور پر بچے چھٹے اور ساتویں مہینے میں دانت نکالنا شروع کر دیتے ہیں جس کا فطری مقصد ٹھوس چیز کا توڑنا اور چبانا ہے چنانچہ یہ اس بات کی علامت ہوتے ہیں کہ بچہ اب فطرتاً ٹھوس چیز کی خواہش کر رہا ہے۔ اس لئے ماہرین کی رائے کے مطابق اس عمر سے یعنی پانچویں ماہ میں بچے کو ٹھوس غذا کی ابتداء کرنی چاہیئے تاکہ چھٹے مہینے کے بعد جب دانت نکلنا شروع ہو جائیں تو بچہ ٹھوس غذا کھانے کے قابل ہو جائے۔ اس عمل کو WEANING کہا جاتا ہے۔ بتدریج تبدیلی کا یہ عمل ہے جس میں بچہ مائع غذا سے ٹھوس غذا کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

چار ماہ کی عمر کو پہنچنے کے بعد بچے کو نیم ابلے ہوئے انڈے کی زردی یا سفیدی یا دلیہ شروع کیا جا سکتا ہے۔ بازار میں بچوں کے لئے بنے بنائے باریک دلیہ کی مختلف اقسام ہیں جن میں سے کسی ایک کا انتخاب کیا جا سکتا ہے لہٰذا ابتدا میں ایک دفعہ انڈے کی زردی دی جا سکتی ہے۔ دوسرے وقت کیلا نرم کر کے یا دودھ میں ملا کر دیا جا سکتا ہے۔ تیسرے وقت ایک چمچہ دلیہ یا کوئی مناسب بازاری غذا دی جا سکتی ہے۔ ہفتہ میں دو تین دفعہ پسا ہوا قیمہ بھی دینا چاہیئے۔ ایک سال کی عمر تک بچے کو ایک انڈہ، مکھن چوتھائی چھٹانک، توس، ایک کیلا اور کھیر دینی چاہیئے۔ یہ چیزیں دودھ کے علاوہ ہونی چاہئیں۔ جس کی مقدار اس عمر میں تقریباً تین پاؤ سے ایک سیر تک ہوتی ہے۔ بچے کی غذا میں ٹھوس غذا کی شمولیت بتدریج جاری رہنی چاہیئے اور اس مقدار کو بڑھتا رہنا چاہیئے یہاں تک کہ وہ دو سال تک کا ہو تو نصف سیر دودھ کے علاوہ اس کی غذا میں ناشتہ میں ایک چپاتی، مکھن، دوپہر میں کھچڑی، ہفتہ میں دو بار مچھلی کا گوشت، شام کو سنگترہ یا ایک کیلا اور رات کو چپاتی اور دال یا چپاتی اور آلو کا سالن، دال وغیرہ + ایک پاؤ دودھ۔

تیسرے سال سے پانچ سال تک

تیسرے سال میں آپ کے بچے کو کھانے کی میز پر وہ تمام چیزیں کھانے کا اہل ہو جانا چاہیے جو آپ کھاتے ہیں۔ تیسرے سال میں کوئی خاص ڈش تیار کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی ۔ آپ اپنا مینو اس طرح ترتیب دے سکتے ہیں کہ کوئی چیز خاص طور پر پکانے کی ضرورت نہیں پڑنی چاہیے ۔مثال کے طور پر سالن، کھچڑی، انڈا ، گوشت، حلوہ، کسٹرڈ ایسی چیزیں ہیں جو آپ کے کھانے میں بھی ہو سکتی ہیں۔ پانچ سال کی عمر تک دودھ کی مقدار ایک سے ڈیڑھ پاؤ تک بھی ہے اس کے علاوہ دو روٹیاں ناشتہ میں مکھن کے ساتھ انڈا، دوپہر کی روٹی سالن ، قیمہ دال ، دال چاول اور ساتھ حلوہ یا سنگترہ وغیرہ کھانا اڑھائی (۲۱/۲) اونس فی پونڈ وزن کے حساب سے دودھ ہر تین گھنٹے بعد ۔ رات کی ایک خوراک چھوڑ دیں۔

پانچ سے چھ ماہ تک

۶ بجے صبح ۔۔۔۔دودھ آٹھ اونس (ایک پاؤ)

۹ بجے صبح ۔۔۔۔آدھا پاؤ دودھ میں دلیا ۔ ایک انڈہ اگر ممکن ہو۔

۱۲ بجے دوپہر ۔۔۔۔نرم چاول یا کھچڑی

۳ بجے سہ پہر ۔۔۔۔آٹھ اونس دودھ ۔(ایک پاؤ)

۶ بجے شام ۔۔۔۔۴ اونس دودھ بسکٹ یا کیلے کا کچھ حصہ

۱۰ بجے رات ۔۔۔۔۸ اونس دودھ

اوسط حراروں کی ضرورت ۔۔۔۔۷۰۰ سے ۸۰۰

ساتویں سے نویں ماہ تک

۶ بجے صبح ۔۔۔۔دودھ آٹھ اونس (ایک پاؤ)

۹ بجے صبح ۔۔۔۔دلیہ ۔دودھ چار اونس ۔روٹی ۔سلائس یا مکھن انڈہ اگر ممکن ہو۔

ایک بجے دوپہر ---نرم چاول یا کھچڑی۔ آلو چاول یا دہی چاول ہفتہ میں تین بار پسا ہوا قیمہ دو چمچے۔

۴ بجے شام ---دودھ چار اونس بسکٹ

اوسط حراروں کی ضرورت ---۸۰۰ سے ۹۰۰

دس ماہ سے ایک سال تک

۶ بجے صبح ---دودھ آٹھ اونس (ایک پاؤ)

۹ بجے صبح ---دودھ ۴ اونس + دلیا یا مکھن اور ایک سلائس انڈہ اگر ممکن ہے۔

ا بجے دوپہر ---کھچڑی یا دال چاول (مرچ ہلکی) ایک دن بعد چاول کے ساتھ پسا ہوا قیمہ یا مچھلی۔

۴ بجے شام ---بسکٹ یا روٹی کا ایک سلائس اور مکھن یا کھیر (دو اونس) ایک کیلا یا ایک سنگترہ

۷ بجے شام ---روٹی اور سُوپ یا کھچڑی (جس میں آلو یا مٹر ملے ہوں)

۱۰ بجے رات ---ایک پاؤ دودھ

اوسط حراروں کی تعداد ---۹۰۰ سے ۱۰۰۰

پہلا اور دوسرا سال

۶ بجے صبح ---دودھ آٹھ اونس (ایک پاؤ)

۹ بجے صبح ---ناشتہ میں دلیا یا روٹی یا ایک سلائس آدھا اونس مکھن کے ساتھ اور انڈا اگر ممکن ہو۔

ایک بجے دوپہر ---کھچڑی + پسی ہوئی سبزیاں اور پسا ہوا قیمہ اور مچھلی ہفتہ میں تین بار

۴ بجے شام ---ایک سنگترہ یا کیلا اور کھیر یا حلوہ اور بسکٹ وغیرہ۔

۷ بجے شام ---عشائیہ میں روٹی + سالن یا دال یا آلوؤں کا بھرتہ

۱۰ بجے رات ۔۔۔۔ دودھ آٹھ اونس

اوسط حراروں کی تعداد ۔۔۔ ۱۰۰۰ سے ۱۲۰۰

چوتھے سال سے مدرسے جانے تک (۵ سال)

۸ بجے صبح ۔۔۔۔ ناشتہ ۔ دو سلائس ڈبل روٹی یا ایک چپاتی ، مکھن آدھا اونس ۔ انڈا اگر ممکن ہو۔

ا بجے ظہرانہ ۔۔۔۔ ایک سے دو چپاتیاں ، آلوؤں اور سبزیوں کا بھرتہ اور دال اور ایک دن وقفہ کے بعد گوشت مچھلی ۔

عصرانہ ۔۔۔۔ بسکٹ ، کیلے یا کوئی اور پھل یا ڈبل روٹی ، مکھن

۸ بجے رات عشائیہ ۔۔۔۔ کھچڑی یا آلو چاول یا ایک سے دو روٹیاں سبزی یا دال کے ساتھ سویٹ ڈش ۔ کھیر یا سوجی کا حلوہ یا کسٹرڈ

اوسط حراروں کی تعداد ۔۔۔ ۱۲۰۰ سے ۱۴۰۰

چار ماہ کے بعد ماہر امراض اطفال کے مشورہ سے عمر کے ان ادوار میں وٹامن یا فولاد کی قسم اور مقدار متعین کرائی جاسکتی ہے ۔

وزن

قارئین کی آسانی کیلئے پیدائش سے مدرسے جانے کی عمر تک مختلف عمروں میں اوسط بچے کا وزن ایک جدول کی شکل میں دیا جاتا ہے ۔

پیدائش کے وقت ۔۔۔۔ تین سے ساڑھے تین کلوگرام

تین ماہ پر ۔۔۔۔ ساڑھے چار کلوگرام

نو ماہ پر ۔۔۔۔ آٹھ کلوگرام

ایک سال پر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دس کلوگرام

ڈیڑھ سال پر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۱کلوگرام

دوسال پر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۲کلوگرام

تین سال پر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۴کلوگرام

چار سال پر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۶کلوگرام

پانچ سال پر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۸کلوگرام

مندرجہ ذیل جدول ایک اوسط صحت مند بچے کے وزن کے مطابق ہے اس میں تھوڑی سی کمی وبیشی ہوسکتی ہے۔ اگر کمی ایک کلوگرام سے زیادہ ہوتو ماہر امراض سے مشورہ کریں۔

روحانی فہرست تربیت اولاد

یاد رہے کہ جو عادتیں بچپن میں پڑجاتی ہیں وہ عمر بھر نہیں جاتی وہ عادت بری ہویا بھلی اسی لئے اولاد کی تربیت ضروری ہے۔ چند ہدایات ملاحظہ ہوں۔

۱) عورت کی عادت ہے کہ بچوں کو ڈراتی ہے کبھی کسی خطرناک چیزوں سے کبھی ڈراوئی چیزوں سے یہ بری بات ہے اس سے بچہ کا دل کمزور ہوجاتا ہے۔

۲) اس کے دودھ پلانے کے لئے اور کھانا کھلانے کے وقت مقرر رکھو تاکہ تندرست رہے۔

۳) نیک اور اسلامی طریقہ والی عورت کا دودھ پلائیں کیونکہ دودھ کا اثر ہوتا ہے۔

۴) اس کو صاف ستھرا رکھو اور گرمی میں ان کو روزانہ نہلایا کرو اور سردی میں گرم پانی سے دوپہر کے وقت روزانہ نہلایا کرو اس سے تندرستی قائم رہتی ہے۔

۵) اس کا بہت بناؤ سنگار مت کرو۔

۶) اگر لڑکا ہوتو اس کے سر پر بال مت رکھو۔

۷) رات کے وقت روزانہ اس کی آنکھوں میں سرمہ لگایا کرو۔

۸) اگر لڑکی ہے اس کو جب تک پردہ میں بیٹھنے کے لائق نہ ہو جائے زیور مت پہناؤ۔اس سے ایک تو ان کی جان کا خطرہ ہے۔دوسرے بچپن ہی سے زیور کا شوق دل میں ہونا اچھا نہیں۔

۹) بچوں کے ہاتھ سے غریبوں کو کھانا، کپڑا اور پیسہ ایسی چیزیں دلوایا کرو۔اسی طرح کھانے پینے کی چیز ان کے بھائیوں بہنوں کو یا اور بچوں کو تقسیم کرایا کرو تا کہ ان کو سخاوت کی عادت ہو مگر یہ یاد رکھو کہ تم اپنی ہی چیزیں ان کے ہاتھ سے دلوایا کرو خود جو چیز شروع سے ان ہی کی ہو اس کا دلوانا درست نہیں۔

۱۰) زیادہ کھانے والوں کی بُرائی اس کے سامنے بیان کیا کرو مگر کسی کا نام لے کر نہیں بلکہ اس طرح کہ جو کوئی بہت کھاتا ہے لوگ اس کو حبشی سمجھتے ہیں اس کو بیل جانتے ہیں۔

۱۱) اگر لڑکا ہو تو سفید کپڑے کی رغبت اس کے دل میں پیدا کرو اور رنگین اور تکلف کے لباس سے اس کو نفرت دلاؤ کہ ایسے کپڑے لڑکیاں پہنتی ہیں تم ماشاءاللہ مرد ہو۔ہمیشہ اس کے سامنے ایسی باتیں کیا کرو۔

۱۲) اگر لڑکی ہو جب بھی زیادہ مانگ چوٹی بہت عمدہ لباس اور تکلف کے کپڑوں کی عادت مت ڈالو۔

۱۳) اس کی سب ضدیں پوری مت کرو کہ اس سے مزاج بگڑ جاتا ہے۔

۱۴) چلا کر بولنے سے روکو۔خاص کر اگر لڑکی ہو تو چلانے پر خوب ڈانٹو۔ورنہ بڑی ہو کر عادت ہو جائے گی۔

۱۵) جن بچوں کی عادتیں خراب ہیں یا پڑھنے لکھنے سے بھاگتے ہیں یا تکلف کے کھانے کپڑے کے عادی ہیں۔ان کے پاس بیٹھنے اور ان کے ساتھ کھیلنے سے ان کو بچاؤ۔

۱۶) ان باتوں سے اس کو نفرت دلاتی رہو۔غصہ، جھوٹ بولنا، کسی کو دیکھ کر جلنا یا حرص کرنا، چوری، چغلی کھانا، اپنی بات کی پچ کرنا، خواہ مخواہ اس کو بنانا، بے فائدہ بہت باتیں کرنا،

بات بے بات ہنسنا، یا زیادہ ہنسنا، دھوکہ، بُری بھلی بات کا نہ سوچنا اور جب ان باتوں میں سے کوئی بات ہو جائے فوراً اس کو روکو اس پر تنبیہہ کرو۔

۱۷) اگر کوئی چیز توڑ پھوڑ دے یا کسی کو مار بیٹھے مناسب سزا دو، تاکہ پھر ایسا نہ کرے۔ ایسی باتوں میں لاڈ پیار ہمیشہ کیلئے بچہ کو کھو دیتا ہے۔

۱۸) بہت سویرے مت سونے دو۔

۱۹) سویرے جاگنے کی عادت ڈالو۔

۲۰) جب سات برس کی عمر ہو جائے نماز کی عادت ڈالو۔

۲۱) جب مکتب جانے کے قابل ہو جائے۔ اوّل قرآن شریف پڑھواؤ۔

۲۲) جہاں تک ہو سکے دیندار استاد سے پڑھواؤ۔

۲۳) مکتب میں جانے میں کبھی رعایت مت کرو۔

۲۴) کسی کسی وقت ان کو نیک لوگوں کی حکائتیں اور قصے سنایا کرو۔

۲۵) ان کو ایسی کتابیں مت دیکھنے دو جن میں عاشق معشوقی کی باتیں شرع کے خلاف مضمون یا بے ہودہ قصے یا غزلیں وغیرہ ہوں۔

۲۶) ایسی کتابیں پڑھواؤ جس میں دین کی باتیں اور دنیا کی ضروری کارروائی آجائے۔

۲۷) مکتب سے آجانے کے بعد کسی قدر دل بہلانے کیلئے اس کو کھیل کی اجازت دو تاکہ اس کی طبیعت کند نہ ہو جائے لیکن کھیل ایسا ہو جس میں کوئی گناہ نہ ہو اور چوٹ لگنے کا اندیشہ نہ ہو۔

۲۸) آتش بازی یا باجہ فضول چیزیں مول لینے کے لئے پیسے مت دو۔

۲۹) کھیل تماشے دکھلانے کی عادت مت ڈالو۔

۳۰) اولاد کو ضرور کوئی ہنر سکھلا دو جس سے ضرورت اور مصیبت کے وقت چار پیسے حاصل کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا گذارہ کر سکیں۔

۳۱)بچوں کو عادت ڈالو کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کریں۔اپاہج اورسست نہ ہو جائیں۔ ان سے کہو کہ رات کو بچھونا اپنے ہاتھ سے بچھادیں۔صبح کو سویرے اٹھ کرتہہ کر کے احتیاط سے رکھ دیں۔کپڑوں کی گٹھڑی اپنے انتظام میں رکھیں ادھڑا اور پھٹا کپڑا خود ہی سی لیا کرو، کپڑے خواہ میلے ہوں یا اجلے ہوں ایسی جگہ رکھیں جہاں کیڑے اور چوہے کا اندیشہ نہ ہو۔دھوبی کو خود گن کر دیں اور لکھ لیں اور گن کر پڑتال کر کے لیں۔

۳۲)لڑکیوں کو تاکید کرو کہ جو زیور تمہارے بدن پر ہے رات کو سونے سے پہلے اور صبح کو جب اٹھو دیکھ بھال کیا کرو۔

۳۴)لڑکیوں سے کہو کہ جو کام کھانے پکانے ،سینے پرونے کپڑے رنگنے، چیز بننے کا گھر میں ہوا کرے اس میں غور کر کے دیکھا کرو کہ کیونکر ہو رہا ہے۔

۳۵)جب بچے سے کوئی بات خوبی کی ظاہر ہو اس پر خوب شاباش دو۔پیار کرو بلکہ اس کو کچھ انعام دو تا کہ اس کا دل بڑھے۔جب اُس کی بری بات دیکھو۔اول تنہائی میں اس کو سمجھاؤ کہ دیکھو بری بات ہے دیکھنے والے کیا کہتے ہوں گےاور جس جس کو خبر ہو گی وہ دل میں کیا کہے گا۔خبردار پھر مت کرنا۔نیک بخت لڑکے ایسا نہیں کیا کرتے اور اگر پھر وہی کام کرے تو مناسب سزا دو۔

۳۶)ماں کو چاہیے کہ بچے کو باپ کا احترام سمجھاتی رہے۔

۳۷)بچے کو کوئی کام چھپا کر مت کرنے دو۔کھیل ہو یا کھانا ہو یا کوئی اور شغل ہو جو کام چھپا کر کرے گا سمجھ جاؤ کہ وہ اس کو برا سمجھتا ہے سو اگر وہ برا ہے تو اس سے چھڑاؤ اور اگر اچھا ہے جیسے کھانا پینا تو اس سے کہو کہ سب کے سامنے کھائے پیئے۔

۳۸)کوئی کام محنت اور ورزش کا اس کے ذمہ مقرر کر دو جس سے صحت اور ہمت رہے سُستی نہ آنے پائے۔مثلاً لڑکوں کو ڈنڈا، مگدڑ کرنا، ایک آدھ میل چلنا اور لڑکیوں کے لئے چکی

یا چرخہ چلانا ضروری ہے اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ ان کاموں کو عیب نہ سمجھیں۔

۳۹) چلنے میں تاکید کرو کہ بہت جلدی نہ کرے۔نگاہ اوپر اٹھا کر نہ چلے۔

۴۰) اس کو عاجزی اختیار کرنے کی عادت ڈالو۔زبان سے، چال سے برتاؤ سے، شیخی بگھارنے نہ پائے یہاں تک کہ اپنے ہم عمروں میں بیٹھ کر اپنے کپڑے یا مکان، خاندان یا کتاب وقلم دوات تختی تک کی تعریف نہ کرے۔

۴۱) کبھی کبھی اس کو دو چار پیسے دے دیا کرو تا کہ اپنی مرضی کے موافق خرچ کیا کرے۔مگر اس کو یہ عادت ڈالو کہ کوئی چیز تم سے چھپا کر نہ خریدے۔انبیاء علیہم السلام واولیاءکرام کے بچپن کے واقعات کبھی کبھی سنایا کریں۔

۴۲) نبی پاک (ﷺ) کی محبت اور مسلکِ حق اہلسنّت سے وابستگی بدمذہبوں سے دوری ونفرت خصوصیت سے بتائیں۔

ماں کی شان

حمل سے پہلے اور حمل کے بعد ماں کو بالخصوص آرزو ہو کہ بچہ یا بچی وہ نصیب ہوں جو دارین میں فلاح و بہبودی کا موجب ہو۔حمل کے دوران بالخصوص ہمیشہ اکلِ حلال وصدقِ مقال پر عمل ہو، زیادہ سے زیادہ نیکی کی عادت ہو اس کے اثرات بچے یا بچی پر پڑتے ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین کا کی وسیدنا غوث اعظم جیلانی قدس سرہٗ و دیگر اولیائے کاملین کے حالات سے ظاہر ہے کہ ان کے دورانِ حمل ماں شب بیداروں، عبادت گزاروں، ذکرواذکار میں مشغول رہیں تو اولاد وہ پیدا ہوئی جنھوں نے اسلام میں نام پیدا کیا۔نرینہ اولاد کی خواہش مند خاتون حمل کے دوران انگلی سے پیٹ پر مندرجہ ذیل کلمات لکھے۔

ان کان ھذا ولدًا فاسمیه محمدًا

حمل کے دوران ہمیشہ باوضو رہنے کی کوشش کرے۔ پیدائش کے بعد، بچے کو باوضو ہو کر دودھ پلائے اور بسم اللہ پڑھ کر بچے کے منہ میں پستان دے اور اسی دوران درود شریف وردِ زبان رہے۔ ناپاکی (سوائے ضروری امر کے) کی حالت میں ہرگز دودھ نہ پلائے اور خود کو اسی طرح بنائے جیسے حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی بیٹی کو نصیحت سے نوازا۔

نصیحت نامہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالحق دہلوی اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں کہ "حضرت امیر خسرو سلطان الشعراء اور برہان ناطق ہیں۔ قوت ناطقہ آپ کے کمالات کے ادراک سے عاجز ہے اور زبانِ قلم ان کی تحریر سے قاصر۔ آپ کا شمار دنیا کے بہت بڑے عالموں میں ہے۔ عالموں میں آپ کی ذات فیض الٰہی کی مظہر اور لاانتہاء کمالات کی مصدر ہے۔ قسم قسم کے مضامین اور معنی میں جس قدر دسترس انہیں حاصل تھیں وہ شعرائے متقدمین اور متاخرین میں سے کسی کی قسمت میں نہیں ہوئی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد آپ کا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا اور چھ ماہ بعد اٹھارہ شوال ۷۲۵ھ کو وفورِ غم سے جاں بحق تسلیم ہو کر مرشد علیہ الرحمتہ کے پاس مدفون ہوئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت امیر خسرو کی تالیفات میں سے ایک کتاب مطلع الانوار منظوم ۶۹۸ھ (بجواب مخزن الاسرار مولانا نظامی گنجوی) اس کا بیسواں باب میرے مضمون کا حامل ہے۔ بیٹی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

"تو میری چشم و چراغ اور میرے دل کا ثمر ہے اگرچہ تیرے بھائی تیری ہی طرح نیک اختر ہیں مگر میری نظر میں تجھ سے بہتر نہیں کیونکہ باغبان کے لئے سرو سوسن یکساں ہوتے ہیں اگر لڑکی نہ ہو تو بیٹا کیسے پیدا ہو، سیپ کے بغیر موتی کہاں سے دستیاب ہو، قسمت

نے تجھے ہمایوں بابرکت بخت بنایا ہے اور میں نے تیرا نام مستورہ (پردہ نشین) رکھا ہے امید ہے کہ تو اسم بامسمیٰ ثابت ہوگی اور عمل سے اپنے نام کے مظہر کی صداقت بنے گی اس وقت تیری عمر سات سال ہے سترہ برس ہونے پر تجھے اپنے پر غور اور میری نصیحت پر عمل کرنا ہوگا تاکہ میرا نام تجھ سے روشن ہو کہ لوگ کہیں کہ خسرو کیسا نیک مرد تھا کہ جس کی بیٹی ان اوصاف کی مالکہ ہے۔ اُس وقت مر بھی جاؤں تو خلقت یہ دیکھ کر کہے کہ خسرو مرا نہیں زندہ ہے کیونکہ اس کی بیٹی نے نام زندہ کر دیا ہے اس لڑکی پر جان فدا کر دینی چاہئے۔ جس پر اس کے باپ کا نیک نام قائم رہے۔

تجھے چاہئے کہ تحفظ عصمت کے لئے تو اسی طرح پابند عمل رہے جس طرح دامنِ کوہ۔ جس کا وقار اسی لئے ہے کہ وہ اپنے مقام پر قائم ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ عورت کو خفتہ کی طرح بے حس و حرکت رہنا ہی سودمند ہے جو عورت باہر نکل کر پھرنے کی عادی ہو جائے وہ ہر وقت گھر میں خائف رہتی ہے۔ دیکھتے نہیں کہ کفن چور کو رات کو مُردوں کے کفن چراتا ہے مگر دن کو بھی گھر میں خوفزدہ رہتا ہے۔

جو عورت باغوں میں سیر کرنے کی عادت ڈال لے اس کا گریبان کسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور دامن کسی کے۔ عورت کا اس طرح آزاد پھرنا بڑی خرابی کا باعث ہوتا ہے۔ باہر پھر کر سرخ رنگ ہونے سے گھر میں رہ کر سپید رنگ (زرد) رہنا بہتر ہے۔ شوخ چشمی سے سپید چشم (اندھا) ہونا اچھا ہے۔ عورت اپنی آنکھوں میں سرمہ نہ لگائے جس سے وہ روسیاہ ہو جائے اور وہ گلگونہ (پاؤڈر) سرخ و سپید مرکب جو عورتیں چہرے پر ملتی ہیں۔ چہرے سے اُتار دیں۔ جو قصد بد سے لگایا جائے بلکہ کوشش کرے کہ وہ بے گلگو سرخرو ہو اور نیک اعمال ہی سے سرخروی حاصل کر کے صدق و صفا میں حمیرا (حمیراء کی تصغیر ہے۔ جس کے معنی چھوٹی سی خوش رنگ عورت۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لقب بھی ہے) کا خطاب

حاصل کرے۔ آدمی کو اس گمان میں نہ رہنا چاہیے کہ عورت پارسا ہے۔ عرق النساء بیماری بڑی تکلیف دہ ہے اسے فارسی میں رگِ زن سے موسوم کیا گیا ہے یعنی عورت کی رگ (مارنے والی رگ) اسی سے عورت سے لاحق ہونے والی تکلیف کا اندازہ کر لو۔ اے مرد تو عورت کی حالت تنگ دستی میں نیک پاک ہونے کا خیال مت کر اور خوش حالی میں اس کے فاسقہ ہونے کا دھیان رکھ کیونکہ بھرے گھر میں چور آتا ہے۔ ان شکر لبوں کے گرد بہت مکھیاں ہیں اُن کو ضرور روکنے کیلئے مگس داں درکار ہے۔ جوانی میں عورت بُرا کام کر بیٹھتی ہے مگر بڑھاپے میں سوچتی ہے کہ میں نے ایسا ملامت کا کام کیوں کیا اور جو عورت آسودگی میں برے کاموں سے بچی رہے وہ اپنی دین کو بچا لیتی ہے جو لذت میں غرق ہو جائے وہ خود بھی خراب ہوتی ہے اس کا خانہ بھی خراب ہوتا ہے جب کسی کا پاک بدن شراب سے آلودہ ہو جائے تو درو دیوار سے حریف پہنچ جاتے ہیں خواہ حجرے ہی میں بیٹھ کر دورِ جام چلے۔ اس کی بُو پڑوس میں پھیل جاتی ہے شیطانوں سے شہر بھرا پڑا ہے گھر کو قفل لگا کر چابی گم کر دو تاکہ خطرۂ فساد نہ رہے کہ پردہ نشینوں پر جب کوئی وقت آتی ہے بے پردگی کی وجہ سے ہی آتی ہے۔

اگر عورت چاہتی ہے کہ کوئی اس کو طعنہ نہ دے تو نامحرموں سے پردہ رکھے جس کھانے پر سرپوش نہ ہو وہ مکھیوں اور چیونٹیوں سے کب بچ سکتا ہے۔ اگر دیگ کا منہ بند کر کے نہ سوئیں تو نعمت کتے بلی سے کس طرح محفوظ رہ سکتی ہے۔ اگر عورت حُسن نمائی کر کے فاسقوں کے کانوں کو شیفتہ نہ کرے تو فرشتے اس پر قربان ہوں اگر عورت کا روپوش نظرِ بیگانے سے پاک رہے تو اُسے بزرگ اپنے کلاہ کا ابرہ بنالیں، اوڑھنی کا ایک پیچ فاحدوں فاسق فقیہوں کی دو پگڑیوں سے بہتر ہے۔

عورتوں کی جلوہ گری اور زیب نمائی یہ ہونی چاہیے کہ وہ مخلوقِ خدا کی شرم اور خدا

کے خوف کے پردے میں رہیں اور آدمی ان کی پاکیزگی کے مدح ہوں اگر وہ چاہتی ہے کہ ان کی ہمزادیں (ہم جولیاں) ان کی ہنسی نہ اُڑائیں تو وہ صرف بیگانوں سے بلکہ اپنوں سے بھی پردہ کریں۔ وہ سورج کی طرح اپنی چمک قائم رکھیں اور ہر وقت حیا میں رہیں۔ جس نے نقاب الٹ دی گویا اس نے اپنی آبرو گنوا دی۔ کثرت عصیاں کے سبب پردۂ عصمت بہت جلد فرسودہ ہو جاتا ہے انسان بدکاری جتنی چھپا کر کرے آخر ظاہر ہو جاتی ہے اور بدکار مرد بدی کر کے اُسے مشہور کرنا فخر کی بات سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی عورتوں کی پردہ دری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بری عورتوں کی شکل ان کی تباہی کی شہادت دینے لگتی ہے۔ جب ستار کو بغل میں دبا کر چھیڑتے ہیں تو اس کے تار چغلی کرنے لگتے ہیں کہ وہ بغل میں دبائی گئی ہے۔ اسی طرح دف کا حال ہے وہ پردہ بند ہو کر بیٹھتی ہے مگر اس کا پردہ ہی دف زن کی غمازی کرتا ہے برائی خواہ دس پردوں میں کی جائے آخر آشکارا ہو جاتی ہے۔

عورت کو شوہر کے سوا کسی کے سامنے نمائش نہیں کرنی چاہیے خواہ وہ اپنا ماموں ہی نہ ہوں۔ اس طرح بھائی کے سامنے خلوت میں نہیں بیٹھنا چاہیے اس کے سامنے چاند و سورج بھی آ جائے تو اس سے منہ موڑ لے کیوں کہ سایا بھی نامحرم ہوتا ہے۔ عورت کو اپنے شوہر اور کنیزوں کے سوا کسی سے بات نہیں کرنا چاہیے تاکہ فاسقوں کے فتنوں میں گرفتار نہ ہو۔ مرد کے لئے بدخواہی عیب ہے اور اگر بدخو عورت خاوند کے پلے پڑ جائے تو گھر دوزخ بن جاتا ہے۔ نیک عورت وہ ہے جو نادار شوہر کے ساتھ قناعت اختیار کر کے گزارا کرے اگر اس حال میں بھی وہ زیور کی تمنا کرے تو پیشانی کے پسینے سے در اور رُوک (ٹکلے) کے دھاگے سے (زیور) پیدا کرے۔ عورت کنگھی اور شیشے کا خیال چھوڑ دے شوہر کے چہرے کو آئینہ تصور کرے اگر عورت تنہا بسر کرتی تو کیا بہتر تھا مگر فطرت کے آگے مجبور ہے۔ بہر حال اسے ایک شوہر پر قناعت کرنی چاہیے۔ ایک مادہ اور دس دس نر، کتیا اور سورنی

(خنزیر کی مادہ) کا کام ہے۔انسان کا نہیں۔اگر انسان آنکھ کو اس طرح رکھے کہ جس طرح موتی سیپ میں تو کبھی مصیبت کے تیر کا نشانہ نہ بنے۔دیکھتے نہیں کہ دیدۂ بادام جب تک پردے میں رہے تو محفوظ ہے لیکن جب پردہ ٹوٹ جائے تو ہر منہ میں آکر پس جاتا ہے اسی طرح غنچہ جب تک بند رہے محفوظ ہے ہوا اس کے گریبان میں نہیں گھس سکتی۔مگر جوں ہی اس میں سوئی کے ناکے کے برابر سوراخ ہوا ہوا نے داخل ہوکر اسے چاک کردیا۔

بوڑھی عورت کا سرمے سے آنکھ سیاہ کرنا گائے کی طرح زاغ (کوا) چشم ہونا ہے جس کی آنکھیں مرنے پر کالی ہوجاتی ہیں یعنی ایسا کرنا اس کے لئے موت ہے۔ہر چیز پانی سے پاک ہوجاتی ہے مگر بدکار عورت کو خاک ہی پاک کرسکتی ہے (یعنی موت) بھیڑ جب خود چل کر بھیڑئے کے پاس آجائے تو رکھوالا کیا کرے۔جس عورت کو خدا نے ادب کی نعمت بخشی ہو وہ جان دے دیگی مگر برائی کے قریب نہ جائے گی۔ایک بادشاہ نے اپنے اونچے محل سے نظر دوڑائی تو اسے ایک مکان میں نہایت خوبرو، خوبصورت عورت دکھائی دی اس کا دل بیقرار ہوگیا اسکے حسن وجمال پر مفتون ہوگیا۔ پہلے نامہ و پیام سے کام نکالنا چاہا۔ مگر اس عفیفہ نے اپنی پاکدامنی کی وجہ سے توجہ نہ دی آخر اس نے حکم دیا کہ اس سرکش عورت کو پکڑ کر لاؤ۔جب وہ محل میں آئی دل کشی اور دل ہوشربائی کے سارے سامان جمع کرکے کہ اس پاکیزہ عورت کو اس کام پر آمادہ کرے جس کی تعلیم بادشاہ کے نفس نے دی تھی۔عیش ونشاط کے تمام سامان فراہم، نفسانی جذبات اپنے شباب پر اور پیار کی مسلح فوج سامنے، تنہائی کا عالم، سارے دروازے اور کھڑکیاں بند، تمام خطروں اور کل اندیشوں سے بظاہر اطمینان، پھر جوانی قیامت کا روپ بھرے کھڑی، شباب قوت وطاقت کا سمندر موجزن، جنسی میلان کا صبر آزما تلاطم ایسے وقت میں اپنے دیدۂ پُرحسرت کو پُرآب کرکے کہا اے صنم تیری آنکھوں نے میری نیند کھودی ہے۔عورت نے عرض کیا۔میں ایک غریب بندی! آپ شہنشاہ۔

تا جوراں را بگدایاں چہ کار

یعنی بادشاہوں کو فقیروں سے کیا کام

بادشاہ نے جواب دیا تو حسن کی شہزادی ہے اور میں گدائے حُسن (یعنی حسن کے دروازے کا فقیر) خدارا سُوئے مشتاقے نگاہے (خدا کے لئے مشتاق کی طرف ایک نظر دیکھئے)

آسمان دیکھ رہا تھا۔ زمین دیکھ رہی تھی۔ ملائکہ دیکھ رہے تھے کہ اس خاتون کا دامنِ عفت کدھر جاتا ہے۔ برائی کی طرف بلانے میں شیطانی قوت نے کوشش کا کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا تھا مگر اللہ کی بندی سب دیکھتی ہے اور چاہتی تو جو کچھ بادشاہ چاہتا تھا کر گزرتی۔ عورت نے کہا بادشاہ سلامت! ذرا صبر کیجئے میں دوسرے کمرے میں آراستہ ہو کر حاضر ہوتی ہوں۔ غرض یہ کہ وہ دوسرے کمرے میں گئی اور دونوں آنکھیں نکال کر ایک طشت میں رکھیں اور شاہی خدمتگار کے ہاتھ خدمت میں ارسال کر کے کہلا بھیجا کہ جس چیز کی بڑی چاہ تھی وہ پیشِ حضور ہے۔ ایک کمزور ارادے والی عورت کو اپنی ہوسنا کیوں کا تختہ مشق بناتا ہے تو نے یہ جرأت کی، رب کا احسان بھول گیا۔ اور اس کی دی ہوئی قوت اس کے ہی حکم کیخلاف استعمال کرنا چاہتا تھا اسی کا نام شیطانیت ہے۔ شیطان کا قصور ہی اس کے سوا کیا ہے توانائیوں کا جو ذخیرہ تجھے خالقِ کائنات کی طرف سے عطا ہوا ہے بجائے مرضیِ حق کے ان کو اُس کی مرضی کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ بادشاہ آنکھوں کو دیکھ کر بڑا شرمندہ ہوا۔

اس پاک دامن خاتون کو بصد معذرت وعطائے انعام عزت واحترام کے ساتھ گھر پہنچادیا۔ یہ تمام مضمون بیان کر کے حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ پھر اپنی بیٹی سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

اے کہ تو ئی دیدہ خسرو ہنوز

باش بریں کو نہ بہ عصمت صبور

یعنی میری نورِنظر تمہیں بھی اسی طرح باعصمت رہنا ہوگا۔خاتون نے جس جوشی، جس عزم اور استقلال سے جرأتِ ایمانی کا مظاہرہ کیا اُس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ خاتون کو تقویٰ نے اپنے کنارے عاطفت میں جگہ دی۔یہی وہ چیز ہے جو ایک مردہ صنف نازک کے قالب میں جان ڈال سکتی ہے۔

تبصرہ اویسی غفرلہٗ

مسلمان عورتیں زمانہ کے حالات سے بدل رہی ہیں ان کے سامنے سعادت مند خاتون کا کوئی اسوہ موجود نہیں اس لئے ان کا راہ سے ہٹنا دور از عقل نہیں لیکن اگر میری مائیں اور بہنیں حضرت امیر خسرو کی اس نصیحت کو اپنی زندگی کا نمونہ بنائیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ دین داری اور خدا ترسی، پاکیزگی دنیا و آخرت کی نیکیوں کو اپنے آنچل میں سمیٹ سکتی ہیں۔یہی وہ چیز ہے جو صنفِ نازک کے عظیم الشان گلستان کے لئے چمن آرا ہو سکتی ہے۔جب اس کے باغ تمدن میں بہار آئے گی تو ایک نیا رنگ و بو پیدا ہوگا۔

ایک اور پاکباز خاتون

سیدنا حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے نصیحت نامہ سے فقیر کو ایک پاکدامن خاتون کی کہانی یاد آئی۔

غالباً حضرت عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ایک خاتون پاکدامن کو کسی ظالم نے اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہا اُس پر قابو پا کر اُسے ایک کمرے میں لے گیا۔ پاکدامن خاتون نے کہا کہ مجھے بالاخانہ تک صرف پانچ منٹ تک مہلت دیدے۔ظالم یہ سمجھا کہ یہ تو اب میرے قابو میں ہے کہاں جا سکتی ہے۔چنانچہ اُس خاتون کو بالاخانہ تک جانے کی اجازت دیدی۔خاتون بالاخانہ پر گئی تو بلند مینار نظر آیا اُس کے اوپر چڑھ کر اپنے

شیخ کو پکارا۔ ’’اے شہ نقشبند امداد کن‘‘ یہ کہہ کر چھلانگ لگا دی۔ زمین پر پہنچنے پر دیکھا کہ اُسے ایک بزرگ نے ہاتھوں میں لے لیا۔ حیران ہو کر پوچھا ’’ز کجا آمدی‘‘ شیخ نے جواب دیا۔ ’’تو از منارہ آمدی من از بخارا آمدم‘‘۔ وہ شیخ حضرت بہاالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ تھے۔

بہرحال کرامتِ شیخ اپنے مقام پر حق ہے لیکن خاتون نے اپنی عصمت پر جان کی بازی لگا دی ایسی پاکدامن خاتون کی تقلید ولایت کے درجہ تک پہنچاتی ہے۔

اچھی ماں

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ نیک اولاد کی تمنا میں خود کو تیار کرے اور وہ ہے نیک اعمال پر کمر بستہ رہنا۔ ہر وہ نیک عمل جو ماں عمل میں لائے گی اولاد کے لئے جوہر آبدار ثابت ہوگا۔ یہاں ہر ایک نیک عمل کے فضائل بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ صرف نماز ہی خاتون کو ’’اچھی ماں‘‘ ثابت کر سکتی ہے۔ اسی لئے یہاں نماز کے بارے میں ایک مقالہ سپرد قلم کرتا ہوں۔

فضائل نماز

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نماز کی ادائیگی کے فضائل اور ترکِ نماز پر وعیدیں سنائی ہیں۔ مجملہ چند آیات حاضر ہیں۔

۱) واقیموا الصلوٰۃ ولاتکونوا من المشرکین۔

ترجمہ: اور نماز قائم کرو مشرکین سے نہ ہو جاؤ۔

فائدہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز نہ پڑھنے والوں کو مشرکوں میں شمار کیا ہے اور یہ سب سے بڑی وعید ہے۔ تارکینِ نماز کا گناہ اور اُن کی سزا کا ذکر۔ اب قضا کرنے والوں کی سزا ملاحظہ فرمائیں۔

۲)فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون۔

ترجمہ: ہلاکت ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں وقتِ مقررہ پر ادا نہیں کرتے۔

اور نماز کو وقت پر با جماعت ادا کرنا ہی دراصل منشائے خداوندی کے مطابق ہے۔

۳) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الصلوۃ کانت علی المؤمنون کتاباً موقوتاً۔

ترجمہ: بیشک نماز مومنوں پر پابندئ وقت کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔

احادیث مبارکہ

۱) حضور نبی کریم (ﷺ) نے نماز کو دین کا ستون قرار دیا۔

۲) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ (ﷺ) نے

الصلوۃ عماد الدین اقامها فقد اقام الدین ومن هدمها فقد هدم الدین۔

(بیهقی)

ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے جس شخص نے نماز کو قائم رکھا اُس نے دین کے محل کو قائم رکھا اور جس نے نماز چھوڑ دی اس نے دین کے محل کو مسمار کر دیا (گویا کہ بے نماز شخص دین کی عمارت کا منہدم کرنے والا ہوتا ہے)

۳) حدیث پاک میں ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اٹھو اور ایندھن لے کر میرے ساتھ چل تا کہ میں ان لوگوں کو ان کے گھروں سمیت جلا کر راکھ کر دوں جنھوں نے نماز عشاء ادا نہیں کی۔

۴) صحیحین میں ہے کہ نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا جس کی نماز فوت ہوگئی گویا اُس کے اہل وعیال فوت ہوگئے۔

۵)بزاز نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور (ﷺ) فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز چھوڑ دے اُس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ۔

۶)امام احمد، دارمی اور بیہقی شعب الایمان میں روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا ۔جو شخص نماز کی محافظت نہ کرے گا۔وہ قیامت کے دن فرعون، ہامان اور رقارون کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔

ترمذی شریف میں ہے کہ:

من ترک الصّلوٰۃ متعمدًا فقد کفرا۔

جو نماز جان بوجھ کر چھوڑ دے وہ کافر ہو گیا۔

فائدہ: صحابہ کرام میں سے یک گروہ کا یہی مذہب تھا کہ تارک الصلوٰۃ کافر ہو جاتا ہے ان صحابہ کرام میں سے حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو درداء، حضرت امیر المومنین فاروق اعظم اور حضرت عبدالرحمٰن بن عورف رضی اللہ عنہم سر فہرست ہیں ۔اگرچہ بعض صحابہ کرام اور آئمہ ہدیٰ تارک نماز کو گنہگار اور منکر نماز کو کافر گردانتے ہیں ۔تاہم یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بلاشبہ نماز چھوڑنے سے دین کی عمارت دھڑام سے نیچے آگرتی ہے۔

نماز کی برکتیں

اللہ رب العزت نے معراج پاک کے اس تحفے میں ان گنت برکتیں رکھی ہیں۔سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ نماز ہر برائی سے بچا کر تقویٰ کے درجے تک پہنچا دیتی ہے ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الصَّلوٰۃَ تنھٰی عنِ الفحشاءِ والمنکر۔

ترجمہ: نماز فحش باتوں بُرے کاموں سے محفوظ رکھتی ہے۔

سوال: جب نماز برائیوں سے روکتی ہے تو بعض لوگ نماز پڑھنے کے باوجود برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں اُن کے حق میں یہ آیت کیسے صادق آئے گی؟

جواب: نماز برائیوں سے بچنے کا ایک نسخہ ہے۔ جس طرح حکیم حاذق کسی مریض کے لئے ایک نسخہ تجویز کرتا ہے ساتھ ہی اسے ترکیب استعمال کا طریقہ بتاتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ اگر ترکیب استعمال میں کوئی خامی رہ گئی تو یہ نسخہ مفید ثابت نہ ہوگا۔ پھر اگر بیماری معمولی ہو تو ایک دو مرتبہ پینے سے صحت ہو جاتی ہے لیکن اگر بیماری جسم میں راسخ ہو کر بس چکی ہو تو علاج و معالجہ کے لئے ایک مدت درکار ہوتی ہے۔ اس صورت میں دوا اور ترکیب استعمال میں مداومت کرنا نہایت ضروری ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح اگر قلب میں روحانی بیماری کم ہو تو یقیناً چند ہی روز میں نماز پڑھنے سے تقویٰ حاصل ہو جائے گا۔ لیکن اگر روحانی بیماری قلب میں راسخ ہو چکی ہے تو اس کے لیے نمازوں میں کثرت کرنا اور اُن کو صحیح ارکان کے ساتھ ادا کرنا نہایت ضروری ہو جاتا ہے اور نمازوں پر محافظت اور مداومت کرنے سے انشاءاللہ یہ نسخہ بار آور ثابت ہوگا۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم (ﷺ) نے:

صلوة الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان مكفرات لما بينهن اذا اجتنب الكبائر.

ترجمہ: پانچ نمازیں پڑھنے سے اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور رمضان دوسرے رمضان تک ادا کرنے سے درمیانی تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی (ﷺ) نے فرمایا کہ...... "مجھے بتاؤ جس شخص کے دروازے کے سامنے نہر جاری ہو اور وہاں سے وہ

روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے بھلا اس کے بدن پر کوئی میل رہ سکتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! (ﷺ) ہرگز نہیں تو فرمایا یہی مثال پانچ وقت نماز پڑھنے والے میرے امتیوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ پانچ نمازوں کے بدلے ان کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ نبی علیہ السلام کے ساتھ پت جھڑ کے موسم میں ایک باغ میں داخل ہوا دیکھا کہ دو ٹہنیوں سے پتے جھڑ رہے تھے۔ آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا کہ اے ابوذر! دیکھ لے جس طرح اس درخت سے پتے جھڑ رہے ہیں اسی طرح جب میرا امتی نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ بھی جھڑ جاتے ہیں۔

حاکم نے اپنی تاریخ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا"اللہ کریم فرماتا ہے جو میرا امتی معراج پاک کے تحفے (نماز) کو وقت پر ادا کرے گا، اپنے ذمہ کرم سے میں عہد کرتا ہوں کہ اسے عذاب جہنم سے بچا کر جنت الفردوس کا وارث بنا دوں گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جب میرا بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور اللہ اکبر کہتا ہے تو وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے اور جب اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھتا ہے تو اس کے جسم پر جتنے بال ہیں ان کے برابر اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ جب الحمد شریف پڑھتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں عمرے کا ثواب لکھا جاتا ہے جب رکوع کرتا ہے تو اس کو راہ الٰہی میں پہاڑ برابر سونا خیرات کرنے کا ثواب ملتا ہے جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہے تو اللہ کریم اس پر رحمت کی نظر ڈالتا ہے اور جب وہ سجدہ کرتا ہے تو اس کو ایک غلام آزاد کرانے کا ثواب ملتا ہے جب التحیات پڑھتا ہے اُسے ہزار شہید کے برابر

ثواب ملتا ہے اور جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (دقائق الاخبار۔ص ٦٦)

بہرحال اچھی ماں نماز کو پابندی سے ادا کرے تو بھی اولاد صالحہ سے جھولی رحمت کے موتیوں سے پُر کرے گی۔

اب ہم چند نیک تربیت کرنے والی خواتین کا ذکر کرتے ہیں۔

خنساء رضی اللہ عنہا چار شہداء کی ماں

صخر عرب کی مشہور شاعرہ حضرت خنساء کا بھائی ہے جو خنساء کے مسلمان ہونے سے پہلے فوت ہوگیا تھا یہ اس کے غم میں دیوانی ہوگئیں۔ دن رات ماتم کرتیں اور مرثیے کہتی رہتیں۔ بھائی کی یاد صبح وشام کسی وقت بھی محو نہ ہوتی تھی۔ جتنی کے پورے ایک سال تک یہ کیفیت رہی اسی حال میں آپ نے اسلام قبول کیا تو یہ کایا ہی پلٹ گئی۔

اب تو یہ حال ہے کہ یہی خنساء جنگ قادسیہ میں اپنے چاروں جوان بیٹوں کو لے کر خود پہنچتی ہیں۔ اور جب چاروں بیٹے یکے بعد دیگرے شہادت سے سرفراز ہوجاتے ہیں تو اب بجائے ماتم کرنے کے حضرت خنساء فرماتی ہیں۔

"اُس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے ان (چاروں بیٹوں) کی شہادت سے عزت بخشی۔" (رضی اللہ عنہم)

مزاراتِ شہداء

جب فقیر شام، بغداد کے مزارات کی زیارت کے لئے دمشق پہونچا تو جس ہوٹل میں ہم نے قیام کیا اس کے جنوب میں دو فرلانگ کے فاصلہ پر ایک جگہ چار شہداء کے مزارات بتائے گئے اور کہا گیا کہ یہ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کے بیٹوں (شہداء) کے

مزارات ہیں ۔یہ مزارات جامع مسجد امیہ کے مغرب شمال کی طرف دس بارہ فرلانگ کے فاصلہ میں تھے ۔بہر حال مزارات کی زیارت سے ہم مشرف ہوئے اور ان کا مختصر تذکرہ بھی فقیر نے سفر نامہ شام و بغداد حصہ دوم میں لکھا۔

تفصیلی حالات حضرت خنساء بنت عمرو بن الشرید رضی اللہ عنہ

یہ وہ خاتون ہیں جس نے اپنے چار جگر پارے جہاد کے لئے تیار کیے۔آپ کا اصلی نام تماضر ہے ۔لیکن چستی ،ہوشیاری اور حُسن کی وجہ سے خنساء کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں جس کے معنی ہرنی کے ہیں ۔بہ نسبت نام کے اُن کا لقب زیادہ مشہور ہے ۔نجد کی رہنے والی تھیں ،ان کے والد کا نام عمرو بن الشرید بن رباح بن یقظہ بن عصیۃ بن خفاف بن امراء القیس تھا ۔جو قبیلہ قیس کے خاندان سلیم سے وابستہ تھے ۔ان کا پہلا عقد قبیلہ سلیم کے ایک شخص رواحہ بن عبدالعزیز سلمٰی سے ہوا اُس کے انتقال کے بعد دوسرا عقد مرداس بن ابی عامر سے ہوا ۔(اسد الغابہ) پہلے شوہر سے صرف ایک لڑکا عبداللہ پیدا ہوا۔اور دوسرے شوہر سے دو لڑکے یزید ،معاویہ اور ایک لڑکی عمرہ پیدا ہوئے ۔(الدرالمنثور) جب اُفقِ مکہ سے آفتاب رسالت ﷺ طلوع ہوا اور اُس کی شعاعیں سارے عالم پر پرتو افگن ہوئیں تو حضرت خنساء کی آنکھیں اُن شعاعوں کی صداقت پاش نورانیت سے منور ہوگئیں اور وہ اپنی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ مدینہ میں جناب سرورِ عالم ﷺ کی بارگاہ میں شرف اسلام سے بہرہ اندوز ہوئیں ۔(اسد الغابہ)

حضور سرورِ کائنات (ﷺ) دیر تک اُن کے شعر سنتے رہے اور اُن کی فصاحت و بلاغت پر تعجب فرماتے رہے ۔(اسد الغابہ)

حالات

اُن کی شاعری کا حال ابتدا میں یہ تھا کہ کبھی کبھی دو تین شعر کہہ لیا کرتی تھیں لیکن قبیلہ

بنی اسد سے اُن کے قبیلے کی لڑائی ہوئی تو اس میں ان کا حقیقی بھائی معاویہ مقتول ہوا۔ اور دوسرا سوتیلا بھائی صخر، ابو ثور الاسدی سے زخمی ہوا تو حضرت خنساء نے تقریباً ایک سال تک صخر کی بڑی محنت و جانفشانی سے تیمارداری کی لیکن زخم کاری لگا تھا جانبر نہ ہو سکا اور اپنی چہیتی بہن کو دائمی مفارقت کا داغ دے کر سفرِ آخرت اختیار کیا۔ (اسد الغابہ)

حضرت خنساء کو اپنے دونوں بھائیوں سے بہت محبت تھی۔ لیکن صخر کے علم، بردباری، سخاوت، شجاعت، عقل مندی، حُسن کی وجہ سے وہ ان سے زیادہ مانوس اور گرویدۂ محبت تھیں۔ اسی وجہ سے حضرت خنساء کو صخر کے انتقال سے سخت صدمہ پہنچا۔ اسی وقت سے اپنے بھائی پر بے نظیر مرثیے کہنے شروع کیے۔ (درمنثور و اسد الغابہ)

مرثیوں میں شدت غم اور کثرت الم کا اظہار ایسے دل سوز و جانگداز الفاظ میں کیا کہ لوگ بیتاب ہو جاتے اور پڑھتے پڑھتے اشکباری کرنے لگتے۔ مرثیے کے چند شعر درج کئے جاتے ہیں جن سے فصاحت و بلاغت اور جودت طبع کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔

اعینتی جوداً ولا تجمدا	الا تبکیان بصخر الندیٰ
الا تبکیان الجری الجمیل	الا تبکیان الفتیٰ السیدیٰ
طویل النجار عظیم الرماد	دساد عشیرتہ امردا
اذا القوم مدوا بایدیھم	الی المجد مذ الیہ یدا
فنال الذی فوق ایدیھم	الی المجد ثم مضی مسعدا
تری المجد یھدی الی بیتہ	یری افضل المجد ان یحمدا
وان ذکر المجد الفتیہ	تازر بالمجد ثم ارتدیٰ

ترجمہ: اے میری دونوں آنکھوں سخاوت اختیار کرو اور بخیل مت بن جاؤ کیا تم دونوں صخر جیسے سخی پر نہیں روتی ہو، کیا تم دونوں ایسے شخص پر جو نہایت دلیر اور خوبصورت تھا نہیں روتی

ہو، کیا تم نہیں روتی ہو ایسے شخص پر جو جوان سردار تھا، جس کا پرتلہ نہایت دراز تھا اور جو خود بھی بلند و بالا تھا، وہ اپنے قبیلے کا سردار ایسی حالت میں ہو گیا جب کہ وہ بہت کم سن تھا۔ جب قوم نے علوئے مرتبت کی طرف اپنے ہاتھ دراز کئے تو اس نے بھی اپنے ہاتھ دراز کر دیئے۔ پس وہ اس عزت کو پہنچ گیا جو ان لوگوں کے ہاتھوں سے بھی اونچی تھی۔ اور اسی سعادت مندی کی حالت میں وہ گزر گیا، بزرگی اس کے گھر کا راستہ بتلاتی ہے، اپنے تعریف کئے جانے کو سب شرافتوں سے افضل سمجھتا ہے اگر شرافت و عزت کا ذکر کیا جائے تو تُو اس کو پائے گا کہ اس نے عزت کی چادر اوڑھ لی ہے، زمانِ عرب کی عادت کے موافق حضرت خنساء رضی اللہ عنہا اپنے مقتول بھائی کی قبر پر صبح و شام جا کر بیٹھتیں اور اُس کو یاد کر کے روتیں اور یہ مرثیہ پڑھا کرتیں۔ (درمنثور)

یذکرنی طلوع الشمس صخراً	ولولا کثرۃ الباکین حولی
واذکرہٗ لکل غرب شمس	علے موتاھم لقتلت نفسی

ترجمہ: طلوعِ شمس مجھ کو صخر کی یاد دلاتا ہے اور میں ہر روز غروبِ آفتاب کے وقت صخر کو یاد کرتی ہوں۔ اگر رونے والوں کی کثرت اپنے مردوں پر میرے ارد گرد نہ ہوتی تو میں اپنی جان کو ہلاک کر دیتی۔

الا یا صخر ان ابکیت عینی	فقد اضحکتنی زمنا طویلا
بکیتک فی نساء معولات	وکنت احق من ابدی العویلا
دفعت بک الخطوب وانت حیٌ	فمن ذا یدفع الخطب الجلیلا
اذا قبح البکاء علی قتیل	رایت بکاء ک الحسن الجمیلا

ترجمہ: اے صخر اگر تو نے میرے آنکھوں کو رُلایا تو کیا ہوا اس لئے کہ تو نے ایک مدت دراز تک ہنسایا بھی ہے۔ میں روتی ہوں تجھ پر اُن عورتوں کے زمرہ میں جو چیخ پکار کر رونے والی

ہیں اور میں زیادہ مستحق ہوں اُن سے جو چیخ و پکار کو ظاہر کر رہی ہیں۔ میں نے تیرے سبب سے بہت سے حوادث کو دفع کیا اس وقت جب کہ تو زندہ تھا، پس اب کون دفع کرے گا اس بڑے حادثہ کو جب کہ کسی مقتول پر رونا بُرا معلوم ہوتا ہے تو میں تجھ پر رونے کو نہایت اچھا سمجھتی ہوں۔

صخر کی عزت واحترام کا حال بیان کرتی ہیں کہ۔

وانّ صخرًا لتأتمّ الهداة به

كانّهٗ علم فی راسه نار

صخر کا بڑے بڑے لوگ اقتدار کرتے ہیں گویا کہ وہ ایک پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے۔

ان ہی مرثیوں کی بدولت وہ تمام عرب میں مشہور ہوگئیں۔

شاعرانہ فضیلت

تمام اقسام شعر اور خصوصیت کے ساتھ مرثیہ گوئی میں حضرت خنساء اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔

صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

اجمع اهل العلم بالشعر انه لم تكن امرأة قبلها ولا بعدها اشعر منها ۔(اسد الغابہ)

یعنی خنساء کو جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ تمام علمائے عرب کا اتفاق ہے کہ عرب کی عورتوں میں خنساء کے برابر شاعرہ کوئی عورت نہیں ہوئی، نہ ان سے پہلے نہ بعد، اور در منثور میں لکھا ہے۔

وقيل لجرير من اشعر الناس قال انا لولا الخنساء

یعنی جریر شاعر متوفی ۱۱۰ھ (جو عہد بنی اُمیہ کا مشہور شاعر تھا) سے لوگوں نے پوچھا

سب سے بڑا شاعر کون ہے۔' تمیری نے کہا اگر خنساء کے اشعار نہ ہوتے تو میں دعویٰ کرتا کہ عرب کا بہترین شاعر میں ہوں۔(درِ منثور)

بشار شاعر (بہت بڑا شاعر تھا) نے کہا کہ میں عورتوں کے اشعار غور سے دیکھتا ہوں تو اُن میں ایک نہ ایک نقص یا کمزوری ضرور پاتا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا کیا خنساء کے اشعار کا بھی یہی حال ہے، اُس نے کہا وہ تو مردوں سے بھی بڑھ کر ہے۔(طبقات الشعراء)

تمام شعرائے عرب نے شاعر عورتوں کا سرتاج لیلے اخیلیہ کو تسلیم کیا تھا۔ لیکن خنساء مستثنیٰ رکھی گئی تھیں۔

زمانۂ جاہلیت میں عام دستور تھا کہ تمام اہل عرب مختلف مقامات پر مجلسیں منعقد کیا کرتے تھے جن سے اُن لوگوں کا مقصد تبادلۂ خیالات ہوتا تھا یا شعر گوئی کا مقابلہ۔ ان میں مرد و عورت سب یکساں حصہ لیتے تھے۔ اس کی ابتداء ربیع الاول یعنی ابتدائے موسمِ بہار سے ہوا کرتی تھی، تمام اہلِ عرب دور دور سے اپنے کاروبار کو ترک کر کے ان میلوں میں شریک ہونے آتے تھے۔ غرہ ربیع الاول میں پہلا میلہ دومۃ الجندل میں منعقد ہوتا تھا اس کے بعد وہاں سے ہجر کے بازار میں آتے تھے، اور پھر عمان میں، اس کے بعد حضر موت کو روانہ ہوتے تھے، اور پھر صنعاء یمن کی طرف کسی مقام میں دس روز، کہیں بیس روز قیام رہتا تھا۔ اسی طرح تمام ملک میں گشت لگانے کے بعد ذیقعد کے مہینہ میں حج کے قریب آخری میلہ بازار عکاظ میں لگتا تھا (جو مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا) عرب کے تمام قبائل اور بالخصوص سردارانِ قبائل لازمی طور سے شریک ہوتے تھے اور کوئی سردار کسی خاص وجہ سے شریک نہ ہو سکتا تھا تو اپنا قائم مقام ضرور بھیجتا تھا۔ اسی مقام پر اہل عرب کے تمام معاملات طے ہوتے تھے، یعنی قبائل کے سردار مقرر کیے جاتے تھے، مخالفت کا انسداد ہوتا تھا باہمی خون ریزی اور لڑائیوں کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔ اس بازار میں اہل قریش کا وقار و احترام زیادہ تھا

جب تمام معاملات کا تصفیہ ہو جاتا تو ہر قبیلہ کے شعراء اپنا کلام سناتے جن میں اپنی بہادری، فیاضی، مہمان نوازی، آباؤ اجداد کے کارنامے، صید و شکار اور خوں ریزی کا بیان ہوتا یہاں ہر شاعر اور مقرر کا درجہ و مرتبہ متعین کیا جاتا۔

خنساء بھی مجالس میں شریک ہوتی تھیں ان کے مرثیے یہاں لاجواب تسلیم کر لئے گئے، جب اونٹ پر سوار ہو کر آتیں تو تمام شعراء ان کے گرد حلقہ باندھ لیتے اور منتظر رہتے کہ ان کے اشعار سنیں اور پھر وہ اپنے مرثیے سناتیں۔

خنساء کو اس مجلس میں یہ فخر و امتیاز حاصل تھا کہ ان کے خیمہ کے دروازے پر ایک علم نصب تھا جس پر لکھا ہوا تھا، ''ارثی العرب'' یعنی عرب میں سب سے بڑھ کر مرثیہ گو، زمانہ جاہلیت میں اچھے اچھے شعراء گزرے ہیں لیکن نابغہ ذبیانی جو عرب کا مشہور و ممتاز شاعر تھا جس نے ۶۰۴ء میں انتقال کیا وہ اپنی سخنوری کے سبب سے شہرائے آفاق ہے۔ اس کا نام زیاد بن معاویہ ہے اور کنیت ابو امامہ، ابو عبیدہ اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

ھو من الطبقۃ الاولیٰ المقدمین علے سائر الشعراء

کثرت شعر گوئی کی وجہ سے اس کا لقب نابغہ پڑ گیا، سوق عکاظ میں اس کے واسطے سرخ خیمہ نصب کیا جاتا تھا دوسرا شخص سرخ خیمہ نہیں لگا سکتا تھا کیونکہ یہ وہ عزت تھی جو صرف اس کا حق ہوتا تھا جو شاعری میں مسلم الثبوت استاد مان لیا جائے اس کے اشعار نہایت دقیق ہیں اور عجیب طرح کی سنجیدگی ان میں پائی جاتی ہے۔ اخلاق کی اصلاح و درستی کو یہ لازم جانتا اور خوف خدا میں زندگی بسر کرنے کو افضل سمجھتا تھا۔ یہ بڑا فیاض اور صادق القول تھا۔ اس کے قصائد مدحیہ میں چستی، خوش طبعی، رنگینی، صداقت، فصاحت و بلاغت کے نمونے کثرت سے پائے جاتے ہیں اسی بازار عکاظ میں نابغہ کے سامنے تمام شعراء اپنے اپنے اشعار سنا کر خراج تحسین حاصل کیا کرتے تھے، جب خنساء شریک مجلس ہوئیں اور اپنے

اشعار سنائے تو نابغہ نے بہت تعریف کی اور خنساء کو بہترین شاعرہ تسلیم کرنے کے لئے یہ الفاظ کہے:

فانت الشعر من کانت ذات ثلین ولولا ھذا لا عمیٰ انشدنی قبلک

یعنی **الاعشیٰ لفضلک علی شعراء ھذا الموسم فانک اشعر الانس والجن**

(حقیقتاً تو عورتوں میں بڑی شاعرہ ہے اگر میں اس سے قبل اعشیٰ کے اشعار نہ سن لیتا تو تجھکو اس زمانہ کے شعراء پر البتہ فضیلت دیتا اور کہہ دیتا کہ تو متمدن وغیر متمدن لوگوں میں سب سے بڑی شاعرہ ہے) (درمنثور)

شعر پر ادبی تنقید

دنیا میں بہت سے شاعر گزرے اور ان لوگوں نے نمود و شہرت بھی حاصل کی مگر شعراء میں جو فضیلت و عظمت جناب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (متوفی ۵۴ھ) کو ملی اور کسی کو نصیب نہ ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے ان کا شمار صحابہ اور ان شعراء عرب میں ہے جو صحبتِ رسالت مآب سے شرف یاب ہوئے مگر وہ رتبہ جناب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مبداء فیاض سے عطا ہوا انھی پر ختم ہو گیا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ مداح رسول دو جہاں اور دربار نبوت کے شاعر تھے آپ کی عمر کے ۵۹ سال ضلالت و تاریکی کفر میں گزرے لیکن ساٹھ سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور اسلام لانے کے بعد اپنی قوتِ شعر گوئی کو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں صرف کرتے رہے۔ آپ کے قصائد میں اکثر حضرت محمد (ﷺ) کی مدح اور اسلام کی تعریف، کفار کی ہجو، اور غزواتِ نبوی کا بیان ہے۔ آپ کا کلام سادہ، ملیح اور صاف ہوتا تھا۔

نابغہ نے خنساء کے بارے میں جو فیصلہ کیا اس سے آپ بہت ناراض ہوئے اور نابغہ سے کہا تم نے بڑا غلط فیصلہ کیا، خنساء سے بہتر میرے شعر ہیں نابغہ نے خنساء کی طرف اشارہ کیا انھوں نے دریافت کیا کہ آپ کا جو بہترین شعر ہو وہ سنایئے میں پھر اس کی تنقید

کروں گی ۔حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ شعر سنایا۔(درمنثور)

لنا الجفنات الغر یلمعن فی الضحیٰ

واسیافنا یقطرن من نحدة وما

ترجمہ: ہمارے پاس بڑے بڑے صاف شفاف برتن ہیں جو چاشت کے وقت چمکتے ہیں ہماری تلواریں بلندی سے خون ٹپکاتی ہیں(اس میں جناب حسان رضی اللہ عنہ نے سخاوت اور شجاعت کا حال قلم بند کیا ہے)

حضرت خنساء نے یہ شعر سن کر کہا کہ

۱)جفنات: جمع قلت ہے بجائے اس کے جفان کہا جاتا تو مفہوم میں زیادہ وسعت پیدا ہو جاتی۔

۲)غر: پیشانی کی صباحت کو کہتے ہیں اس کے مقابلے میں بیض ،زیادہ وسیع المعنے ہے۔

۳)یلمعن: ایک عارضی چمک ہے بجائے اس کے یشرقن کہا جاتا تو بہتر تھا کیونکہ اشراق ،لمعان سے زیادہ پائدار ہے۔

۴)ضحیٰ: کے بجائے دجیٰ کہا جاتا تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ روشنی سیاہی میں زیادہ قابلِ وقعت ہوتی ہے۔

۵)اسیاف: جمع قلت ہے سیوف کا استعمال انسب تھا۔

۶)یقطرن کے بجائے یسلن سے معنٰی زیادہ وسیع ہو جاتے ہیں، کیونکہ خون کا سیلان قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکنے سے زیادہ موثر ہے۔

۷)دم کے مقابلے دما بہتر تھا کہ یہ جمع ہے اور دو واحد۔حضرت حسان رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش رہے اور ان کو ان اعتراضوں کا کوئی جواب نہ دیا۔(درمنثور)

الغرض شاعری کے لحاظ سے حضرت خنساء رضی اللہ عنہ کا مرتبہ طبقہ دوم کے شعرائے عرب میں سب سے زیادہ بلند ہے،ان کا ایک ضخیم دیوان ۱۸۸۸ء میں بیروت کے کسی مطبع

نے شائع کیا تھا جس میں خنساء کے ساتھ ساتھ عورتوں کے اور بھی مرثیے شامل ہیں۔۱۸۸۹ء میں فرانسیسی زبان میں اس کا ترجمہ ہوا۔

بیٹوں کو جہاد کی تربیت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت (۱۶ھ) میں جب قادسیہ کی لڑائی ہوئی (جس میں ایرانیوں نے بڑی طاقت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا تھا) تو اس میں خنساء معہ اپنے چاروں بیٹوں کے جنگ میں موجود تھیں۔رات کو بیٹوں کو جنگ کے لئے جو موثر تقریر کی تھی وہ یہ ہے۔(اسدالغابہ)

میرے پیارے بیٹو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے، اور اپنی رضامندی سے تم نے ہجرت کی، قسم ہے اس خدائے لایزال کی جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے، جس طرح تم اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اسی طرح تم اپنے باپ کے سچے فرزند ہو، نہ میں نے تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا و ذلیل کیا تھا تمہارا نسب بے داغ ہے اور تمہارے حسب میں بھی کوئی نقص نہیں ہے، تم جانتے ہو مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کفار سے جہاد کرنے میں ایک ثواب عظیم ہے، تم اس کو خوب جان لو اور غور سے سمجھ لو کہ عالم جاودانی کے مقابلہ میں دنیائے فانی ہیچ ہے، خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

یاایھا الذین امنو اصبروا و صابرو ورابطوا وتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون o

مسلمانو! (اُن تکلیفوں کو جو خدا کی راہ میں پیش آئیں) برداشت کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تعلیم دو اور آپس میں مل کر رہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ (آخر کار) تم (اپنی) مراد کو پہنچو۔(آل عمران)

جب تم دیکھ لو کہ لڑائی جوش پر آگئی ہے اس کے شعلے بھڑکنے لگے اور اُس کے شرارے میدانِ جنگ میں منتشر ہونے لگے تو لڑائی میں گھس پڑو اور خوب بے دریغ تیغ زنی

سے کام لو اور خدائے لم یزل سے نصرت و فتح کے اُمیدوار رہو۔ انشاء اللہ عالمِ آخرت کی بزرگی و فضیلت پر ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ (اسد الغابہ)

جب صبح ہوئی تو چاروں نونہالانِ اسلام و فدایانِ ملت اپنی ماں کی نصیحت پر کاربند ہو کر رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے میدانِ جنگ میں کود پڑے اور اپنی دلیری و شجاعت کے نقوش صفحاتِ تاریخ پر ثبت کر گئے اور آخر کار شہید ہو گئے۔ (اسد الغابہ)

جب خنساء کو خبر ہوئی تو کہا خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی شہادت کا مجھے شرف بخشا۔ خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ میں ان بچوں سے اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں ملوں گی۔ (اسد الغابہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قدر دانی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بیٹوں کو فی کس دو سو درہم سالانہ دیتے تھے وہ اُن لوگوں کی شہادت کے بعد بھی حضرت خنساء کے نام برابر جاری رکھا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضری

حضرت خنساء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتی تھیں ،اُن کے سر پر بالوں کا ایک سر بند بندھا ہوتا تھا، جو عرب میں شدتِ غم والم کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایسا سر بند اسلام میں منع ہے۔ خنساء نے کہا کہ یہ تو مجھے نہیں معلوم تھا کہ منع ہے یا نہیں لیکن اس سر بند کو جو میں استعمال کرتی ہوں اُس کا ایک خاص سبب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا وہ کیا ہے، کہا میرے باپ نے جس شخص کے ساتھ میری شادی کی تھی وہ بہت مُسرف تھا اُس نے میرا اور اپنا تمام مال قمار بازی میں صرف کر ڈالا، جب محتاج و نادار ہو گئی تو میرے بھائی صخر نے اپنے مال کے دو حصے

کئے اُن میں سے جو اچھا تھا وہ مجھے دیا میرے شوہر نے پھر تھوڑے عرصہ میں اُس کو تلف کر ڈالا ۔میرے بھائی صخر نے میری ناداری وتنگ دستی دیکھ کر افسوس کیا اور اُس نے پھر اپنے مال کے دو حصے کئے جو عمدہ حصہ تھا وہ منتخب کر کے مجھے دیا ۔اُس کی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ تم اول خنساء کو اپنا مال دیتے ہو اور وہ بھی منتخب کر کے یہ آخر کب تک ایسا ہوتا رہے گا اور اُس کے شوہر کا یہ حال ہے کہ وہ برابر تمام مال قمار بازی میں صرف کرتا جاتا ہے ۔

صخر نے اس کے جواب میں اپنی بیوی کو یہ شعر پڑھ کر سنائے:

واللہ لا منحھما شرارھا وھی حصان قد کفتنی عارھا

ولو ھلکت مزقت خمارھا واتخذت من شعر صدارھا

غدا کی قسم میں اس کو مال کا بدترین حصہ نہیں دوں گا اور وہ عفیفہ ہے میرے لئے اُس کا عار وننگ کافی ہے (یعنی میں اُس کے عار وننگ کا لحاظ رکھوں یہ میرے لئے کافی ہے) اگر میں مرجاؤں گا تو وہ اپنی اوڑھنی کو (میرے غم میں) پھاڑے گی اور وہ (میرے سوگ میں) اپنے بالوں کا صدار بنا لے گی چنانچہ میں نے اس کی یادگار میں یہ سر بند باندھا ہے ۔

وفات

حضرت خنساء نے جنگِ قادسیہ کے کم وبیش سات سال بعد ۲۴ھ میں وفات پائی ۔ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ معاویہ بن سفیان کے زمانہ خلافت میں کسی بیابان کے اندر انہوں نے انتقال کیا ۔(در منثور)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں

اگر چہ حضور سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہر صحابی جوہر آبدار تھا لیکن بعض ان میں کسی خصوصی وجہ سے ممتاز اور اعلیٰ شان کے مالک ہوئے ان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی

ہیں جنہیں ماں کی تربیت نے اتنا اونچا مقام بخشا جو اہل علم سے مخفی نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں کا تعارف

آپ کا نام رمیلہ یا سہلہ اور بعض کے نزدیک رمیثہ ہے، اُمِ سلیم اور اُمِ انس، کنیت اُمِ سلیم زیادہ معروف ہے، غمیصا، رمیصا لقب ہے، ان کے باپ ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب تھے، جو مدینہ کے باشندے اور انصار کے قبیلہ نجار سے متعلق تھے، ماں کا نام ملیکہ تھا جو مالک بن عدی بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی بیٹی تھیں۔

آبائی سلسلہ سے آپ سلمٰی بنتِ یزید کی پوتی تھیں، سلمٰی عبدالمطلب کی والدہ تھیں، اسی وجہ سے اُمِ سلیم آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خالہ مشہور ہیں۔ پہلے ان کا نکاح مالک بن نضر سے ہوا جو ان کے ہم قبیلہ تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ انھیں سے پیدا ہوئے۔

اسلام

اوائلِ اسلام میں مسلمان ہوئیں، اسی بنا پر حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے:

"اسلمت مع السابقین الی الاسلام من الانصار۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت بچہ تھے، حضرت اُمِ سلیم ان کو کلمہ پڑھاتی تھیں تو مالک بن نضر جو اپنے مذہب پر قائم تھا اور مشرک تھا، بہت خفا ہوتا تھا کہ تم میرے بچے کو بھی بے دین کیے دیتی ہو۔ غرض وہ مسلمان نہ ہونا تھا نہ ہوا اور اسی حالت میں ناراض ہو کر شام چلا گیا۔

یہاں ان کا کوئی دشمن پہلے سے منتظر تھا اس نے موقعہ پا کر قتل کر ڈالا، اب اُمِ سلیم بیوہ تھیں اور انس کے بچپن سے بہت پریشان، اگر ایسے وقت میں نکاح کر لیتیں تو قابلِ الزام نہ تھیں مگر انھوں نے بڑے استقلال سے کام لیا اور سب کے پیغام یہ کہہ کر رد کر دیئے کہ جب تک میرا بیٹا مجلسوں میں اُٹھنے بیٹھنے اور گفتگو کرنے کے قابل نہ ہو جائے نکاح نہ کروں

گی، پھر جب انس ہی میرے نکاح پر رضامند ہوگا تو کروں گی۔ ان کا یہ کہنا اس خیال سے تھا کہ سوتیلے باپ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو تکلیف نہ ہو۔ (طبقات)

جب حضرت انس رضی اللہ عنہ سنِ شعور کو پہنچے تو انھیں کے قبیلہ کے ایک شخص ابوطلحہ نے نکاح کا پیام دیا، مگر مالک کی طرح یہ بھی مشرک تھے اور یہاں بھی وہی امر حائل تھا جو پہلے مالک اور اُن کے درمیان کشیدگی کا باعث ہوا، اس لئے انہوں نے عذر کیا اور کہا کہ میں تو محمد (ﷺ) پر ایمان لائی ہوں، اور گواہی دیتی ہوں کہ وہ خدا کے رسول ہیں تمہارے اوپر البتہ افسوس ہے کہ پتھر کو پوجتے ہو یا لکڑی کے بُت تم کو کچھ نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔" یہ تلقین کچھ ایسے حکیمانہ انداز میں کی گئی کہ اسلام کی صداقت، ابوطلحہ کے سمجھ میں آ گئی اور چند دن کے غور کے بعد وہ اُمِ سلیم کے پاس آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (طبقات)

ابوطلحہ بہت معمولی حیثیت کے آدمی تھے مگر چونکہ اُمِ سلیم کے سمجھانے سے مسلمان ہوئے تھے اس لئے اُمِ سلیم کے دل میں اُن کی حق پسندی کی وقعت بڑھ گئی اور انہوں نے قبولِ اسلام کے بعد ہی ابوطلحہ سے کہہ دیا کہ

"فانی اتزوجک ولا اخذ منک وصداقاً غیرہ۔"

میں بھی تم سے نکاح کرتی ہوں اور سوائے اسلام کے کوئی مہر نہیں لیتی۔ یعنی اُن کا مہر ابوطلحہ کا اسلام قرار پایا۔ یہ نکاح حضرت انس رضی اللہ عنہ کے زیر اہتمام ہوا۔ (طبقات)

عام حالات ؓ

حضرت اُمِ سلیم بھی بعض مسلمان شیر دل عورتوں کی طرح معرکہ کی لڑائیوں میں مردوں کے دوش بدوش رہیں اور برابر کام کرتی رہیں۔ صحیح مسلم میں ہے:

"کان رسول اللہ (ﷺ) یغزد بام سلیم ونسوۃ من الانصار معہ اذا غزا فیسقین الماء ویداوین الجرحی۔"

رسول اللہ (ﷺ) غزوات میں اُمِ سلیم اور انصار کی چند عورتوں کے ساتھ رکھتے تھے، جب آپ جنگ میں مشغول ہوتے تو یہ پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ (مسلم)

جنگِ اُحد میں اُمِ سلیم معہ اپنے شوہر ابوطلحہ کے شریک تھیں ابوطلحہ آنحضرت (ﷺ) کی حفاظت میں دشمنوں کے تیر اور نیزے جگر پر روکتے تھے اور اُمِ سلیم بڑی مستعدی سے مجاہدین کی خدمت میں مصروف تھیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عائشہ اور اُمِ سلیم کو پانچے چڑھائے مشک بھر بھر کر لاتے اور زخمیوں کو پانی پلاتے دیکھا، جب مشک خالی ہو جاتی تو پھر بھر لاتی تھیں۔ (مسلم)

معرکۂ خیبر ۹ھ میں ہوا۔ اس میں بھی حضرت اُمِ سلیم آنحضرت (ﷺ) کے ساتھ تھیں۔ فتح کے بعد جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ازواجِ مطہرات میں داخل ہونے لگیں تو آپ نے ان کو اُمِ سلیم کے سپرد کیا کہ دُلہن بنائیں۔ (مسلم)

جنگِ حنین میں حضرت اُمِ سلیم شریک تھیں اور باوجودیکہ عبداللہ بن ابی طلحہ پیٹ میں تھے، آپ ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے تھیں۔ ابوطلحہ نے آنحضرت (ﷺ) سے کہا کہ اُمِ سلیم ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا کرو گی بولیں۔

"ان دنامنی احد من المشرکین بقرت بہ بطنہ"

"کوئی مشرک قریب آئے گا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔" آپ نے تبسم فرمایا پھر بولیں یا رسول اللہ (ﷺ) ابکہ کے لوگ بھاگ گئے ہیں ان کے قتل کا ایما فرمایئے ارشاد ہوا:

"ان اللہ قد کفٰے واحسن۔"

اللہ نے خود ان کا بہتر انتظام کر دیا ہے۔ (طبقات)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تربیت کا انتخاب

ابوطلحہ سے نکاح ہو جانے کے بعد جب آنحضرت (ﷺ) مدینہ تشریف لائے تو اُمِ

سلیم حضرت انس کو آپ کی خدمت میں دے چکی تھیں حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ (ﷺ) کے خدامِ خاص سے تھے اور بہت محبوب تھے۔ایک بار آپ اُمِ سلیم کے گھر آئے تو اُمِ سلیم نے مکھن اور کھجوریں پیش کیں۔آپ (ﷺ) نے عذر فرمایا کہ میں روزے سے ہوں تھوڑی دیر قیام فرمانے کے بعد نفل نماز پڑھی اور اُمِ سلیم اور اُن کے خاندان کے لئے دعا مانگی اُمِ سلیم نے دیکھا کہ اس وقت محبتِ نبوی جوش پر ہے تو کہا یا رسول اللہ! (ﷺ) میں سب سے زیادہ انس کو چاہتی ہوں، جو آپ (ﷺ) کا خدمت گار ہے اس کے لئے خصوصیت سے دعا فرمایئے، یہ ایسی مبارک استدعا تھی کہ آپ (ﷺ) نے دین و دنیا کی کوئی خوبی نہ چھوڑی جس کی انس رضی اللہ عنہ کیلئے دعا نہ کی ہو، اور فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ ارزقہ مالًا وولدا وبارک لہ۔"

اے اللہ اس کو مال دے، اولاد دے اور اس کی عمر میں برکت عطا فرما، اسی دعا کا اثر تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تمام انصار سے زیادہ متمول اور معمر ہوئے۔کثرت سے اولاد ہوئی اور سو سال سے زیادہ عمر پائی۔خود حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ......

"فانی لمن اکثر الانصار مالًا۔"

میں اکثر انصار سے دولت مند ہوں، اور میرے ہی صُلب سے حجاج کے بصرہ آنے تک ایک سو اُنتیس بیٹے دفن ہو گئے۔ (طبقات)

ابو عمیر سے حضور (ﷺ) کا مزاح ﷺ

حضرت ابو طلحہ کے صُلب سے ان کا ایک بیٹا ابو عمیر بھی تھا، ابو عمیر چھوٹا تھا اور کم سنی ہی میں انتقال کر گیا، ایک بار آپ ابو طلحہ کے گھر تشریف لائے اور ابو عمیر کو رنجیدہ دیکھ کر آپ (ﷺ) نے اُمِ سلیم سے دریافت فرمایا کیا بات ہے آج میں ابو عمیر کو سُست دیکھتا ہوں، اُمِ سلیم نے کہا ان کی ایک چڑیا (نغیر) مر گئی وہ اس کے ساتھ کھیلا کرتے تھے،

آپ (ﷺ) نے بلا کر ابو عمیر کے سر پہ ہاتھ رکھا اور فرمایا:

"یا ابو عمیر مافعل النغیر۔"

اے ابو عمیر! تیری نغیر کیا ہوئی، وہ ہنس دیا اور اس وقت سے یہ جملہ بطور تبرکاتِ نبوی ضرب المثل ہو گیا۔ (طبقات)

آنحضرت (ﷺ) نے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا تو اُمِ سلیم نے ایک لگن میں ملیدہ بنا کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا اور کہا آنحضرت (ﷺ) سے عرض کرنا کہ یہ حقیر ہدیہ قبول فرمائیں۔ (مسلم)

اخلاق وعادات ؓ

آپ نہایت پاکیزہ اخلاق کی بیوی تھیں، صبر و استقلال تو ان کا امتیازی وصف تھا یہی ابو عمیر جن کا اوپر ذکر ہوا جب انتقال کر گیا تو اُمِ سلیم نے بڑے اطمینان سے میت کو نہلایا اور کفنا کر ایک طرف رکھ دیا لوگوں کو منع کر دیا کہ ابو طلحہ کو خبر نہ کریں، ابو طلحہ اس وقت موجود نہ تھے، کہیں گئے ہوئے تھے، جب رات کو آئے تو لڑکے کا حال پوچھا، بولیں جس حال میں تم نے دیکھا تھا اس سے بہتر ہے۔ اس کے بعد اُمِ سلیم نے کھانا کھلایا اطمینان سے بٹھایا اور جب ضروریات سے فارغ ہو کر کچھ رات گذری تو نہایت متانت سے بولیں۔ "ابو طلحہ! کسی کو اگر کوئی چیز مستعار دی جائے اور وہ اُس سے فائدہ بھی اٹھائے ...... مگر جب وہ شے مستعار واپس لے لی جائے تو کیا اس شخص کو ناگوار ہونا چاہیے۔" حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ بات تو قرینِ انصاف نہیں ہے، بولیں تو تمہارا لڑکا بھی اللہ کی امانت تھا جو واپس لے لیا گیا، یہ سُن کر ابو طلحہ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ پڑھا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ صبح ہوئی تو اس واقعہ کی رسول اللہ (ﷺ) کو خبر کی آپ (ﷺ) نے اظہارِ مسرت فرمایا اور دعا دی کہ اللہ عزوجل ابو عمیر کا نعم البدل عطا فرمائے چنانچہ ابو عمیر کے بعد عبد اللہ کی

ولادت ہوئی جن کی تربیت خود آنحضرت (ﷺ) نے فرمائی اسی کی برکت تھی کہ عبداللہ بڑے صاحب کمال ہوئے اور ان کی اولاد میں دس قاری ماہر فن پیدا ہوئے۔(اصابہ)

اُم سلیم کے عقائد کے نمونے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپ کا اعتقاد بہت بڑھا ہوا تھا، اور آپ سے بڑی عقیدت و محبت تھی۔ایک بار ابو طلحہ آئے اور کہا کہ رسول اللہ (ﷺ) بھوکے ہیں، کچھ کھانا بھیج دو، حضرت اُم سلیم نے چند روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیں کہ بارگاہِ نبوّت میں پیش کریں۔آپ مسجد میں معہ چند صحابہ کے تشریف رکھتے تھے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا تم کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے، کہا جی ہاں فرمایا کھانے کے لئے، بولے ہاں۔آپ معہ تمام حاضر الوقت صحابہ کے گھر تشریف لائے وہ گھبرائے اور اُم سلیم نے اس وقت بھی نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ان باتوں سے خدا جل جلالہٗ اور رسول (ﷺ) زیادہ واقف ہیں، آپ اندر آئے تو اُنہوں نے روٹیاں اور سالن سامنے رکھ دیا اور رسول اللہ (ﷺ) نے تمام اصحاب کے ساتھ تناول فرمایا۔

موئے مبارک بطور تبرک محفوظ

فراغتِ حج کے بعد آنحضرت (ﷺ) نے مقام منیٰ میں موئے مبارک ترشوائے۔اُم سلیم نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حجام سے ان بالوں کو مانگ لو اور برکت کی غرض سے ان کو ایک شیشی میں بند کر کے رکھ لیا۔(طبقات)

پسینہ مبارک تبرک

آنحضرت (ﷺ) اکثر ان کے گھر آرام فرماتے تھے۔ایک مرتبہ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اُم سلیم جبینِ مبارک سے پسینہ پونچھ رہی ہیں۔فرمایا اُم سلیم! یہ کیا کر رہی

ہو۔ بولیں، برکت حاصل کر رہی ہوں۔ (طبقات)

ایضاً

مسندِ احمد میں یہ روایت تھوڑے اختلاف کے ساتھ آئی ہے، لکھا ہے جب آپ دوپہر کو آرام فرما کر بستر سے اُٹھتے تو وہ آپ کے پسینہ اور ٹوٹے ہوئے بالوں کو ایک شیشی میں جمع کرتی تھیں۔

ایک اور تبرک محفوظ

ایک بار آنحضرت (ﷺ) نے اُن کی مشک سے منہ لگا کر پانی پیا تو اُمِ سلیم نے مشکیزہ کا دہانہ کاٹ کر رکھ لیا کہ اس سے رسول اللہ (ﷺ) کا دہن مبارک مَس ہوا ہے۔ (طبقات)

حُبِّ رسول (ﷺ) کے نمونے

یہی حال رسول اللہ (ﷺ) کی محبت کا تھا اُمِ سلیم کے ساتھ۔ آپ (ﷺ) ان کے ساتھ خصوصیت کا برتاؤ کرتے تھے اور ان کے لئے خیر و برکت کی دعا فرماتے تھے۔

مروی ہے کہ:

۱)...... کان النبی لایدخل علی احد من النساء الاعلی ازواجہ الا اُم سلیم فانہ یدخل علیھا فقیل لہ فی ذلک فقال انی ارحمھا قتل اخوھا معی۔ (رواہ مسلم)

یعنی آپ ازواجِ مطہرات کے علاوہ کسی اور عورت کے ہاں نہیں جاتے تھے، البتہ اُمِ سلیم مستثنیٰ تھیں۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے ان پر رحم آتا ہے کیونکہ ان کے بھائی نے میری اعانت میں شہادت پائی ہے۔ (طبقات)

۲) بعض اوقات آپ اُمِ سلیم کے ہاں ہوتے اور نماز کا وقت آجاتا تو وہیں چٹائی پر نماز پڑھ لیتے۔ (طبقات)

۴)ایک مرتبہ آنحضرت (ﷺ) حج کے لئے مکہ چلے تو اُمِ سلیم سے فرمایا: ”تم اس سال ہمارے سال حج نہیں کرتیں۔“ جواب دیا یا نبی اللہ (ﷺ) میرے شوہر کے پاس دوسواریاں ہیں اور ان دونوں پر وہ معہ اپنے بیٹے کے حج کو چلے گئے، مجھے چھوڑ دیا، آپ نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن کے ساتھ سوار کر دیا، راستہ میں عورتوں کے اونٹ پیچھے رہ گئے ، ہانکنے والے آپ (ﷺ) کے غلام انجشہ تھے انہوں نے حدی خوانی شروع کر دی جس سے اونٹ دوڑنے لگے یہ دیکھ کر آپ (ﷺ) قریب آئے اور فرمایا انجشہ آہستہ آہستہ! شیشے ہیں شیشے۔ (طبقات)

تربیت کا سلیقہ

حضرت اُمِ سلیم کو تربیتِ اولاد کا جو سلیقہ تھا اس کا اندازہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس فقرے سے ہوسکتا ہے کہ

جزے اللّٰہ امی عنی خیر القد احسنت ولایتی۔

اللہ میری والدہ کو جزائے خیر دے انہوں نے میری بہت خوبی سے کفالت کی۔ (طبقات)

فضل و کمال

حضرت اُمِ سلیم بڑی عقل و کمال والی خاتون تھیں اور آپ نے نہایت دقیقہ شناس اور نکتہ رس دماغ پایا تھا، ابنِ اثیر نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ......

کانت من عقلاء النساء۔

آپ عقلمند عورتوں میں سے تھیں۔

حدیث کی عالمہ

حدیث کا علم بھی اچھا تھا، لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے اور شکوک رفع

کرتے تھے، ایک بار حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عباس میں ایک مسئلہ پر اختلاف ہوا تو دونوں نے انہیں کو حکم قرار دیا۔ (مسند احمد)

مسائل پر عبور

مسائل پوچھنے میں شرم نہیں کرتی تھیں، ایک دفعہ آنحضرت (ﷺ) سے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) خدا حق بات سے نہیں شرماتا کیا عورت پر خواب میں غسل واجب ہے؟ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سن رہی تھیں، بے ساختہ ہنس پڑیں اور کہنے لگیں کہ تم نے عورتوں کی بڑی توہین کی، کہیں عورتوں کو بھی ایسا ہوتا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں؟ ورنہ بچے ماں کے ہم شکل کیوں ہوتے۔ (بخاری)

مبلغہ ام سلیم

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا حال گزر چکا ہے جس شائستگی سے انھوں نے ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت دی وہ ان کے فضائل وکمالاتِ عقلی کا زریں عنوان ہے، اصابہ میں ان کا اندازِ تبلیغ یوں دکھلایا ہے:

قالت یا ابا طلحۃ! الست تعلم ان الھک الذی تعبد بنت من الارض قال بلی قالت افلا تستحی تعبد شجرۃ

بولیں ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ)! کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارا معبود زمین سے اُگا ہے، کہا ہاں۔ ام سلیم نے کہا تو پھر تم کو شرم نہیں آتی درخت کی پوجا کرتے ہو۔ (اصابہ)

مناقبِ اُمِ سلیم

حضرت اُمِ سلیم کے مناقب بہت ہیں اور اس کی تصدیق اس حدیث سے ہو سکتی ہے:

قال النبی ﷺ دخلت الجنۃ فسمعت خشفۃ فقلت ما ھذا فقیل الر

میصاء بنت ملحان۔ (طبقات و مسلم)

آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو مجھ کو کچھ آہٹ معلوم ہوئی ،میں نے پوچھا کون ہے تو مجھے بتایا گیا رمیصا بنت ملحان (رضی اللہ عنہا) ہیں۔

نوٹ

خواتین کو انکے حالات سے سبق لینا چاہیے یہ بھی یاد رہے کہ ام سلیم کی عقیدت و محبت کے نمونے اہلسنّت (بریلوی) میں پائے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا یہ جماعت صحابہ کرام کی حقیقی وارث ہے مزید تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ (صحابہ کے وارث کون)

امام ربیعہ کی ماں

حضرت ربیعہ ایک بہت بڑے محدث اور عالم گزرے ہیں جو حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ بچپن کے زمانہ میں ان کے والد کسی سفر پر چلے گئے۔ چلتے وقت ربیعہ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ کو تیس ہزار اشرفیاں دے گئے تھے۔ حضرت ربیعہ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ نے اپنے بچے کی اچھی تعلیم و تربیت کے لیے نیک عالموں اور بڑے بڑے محدثوں اور ادیبوں کے پاس اسے بٹھایا اور بچے کی تعلیم و تربیت میں تیس ہزار اشرفیاں ختم کر دیں۔ حضرت ربیعہ رحمتہ اللہ علیہ لکھ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ربیعہ کے والد ایک عرصے کے بعد تشریف لائے تو بیوی سے دریافت کیا کہ وہ تیس ہزار اشرفیاں کہاں ہیں؟ بیوی نے کہا بہت حفاظت میں ہیں۔ پھر جب مسجد میں آئے تو اپنے بیٹے امام ربیعہ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا کہ درس حدیث کی مسند پر بیٹھے ہیں اور محدثین کو درس دے رہے ہیں اور لوگ ان کو اپنا امام اور پیشوا بنائے ہوئے ہیں تو مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے۔ جب گھر واپس آئے تو بیوی نے کہا کہ وہ تمام اشرفیاں تمہارے بیٹے کی تعلیم پر خرچ ہو چکی ہیں آپ نے اب اپنے صاحبزادے کو

دیکھ لیا ہے۔اب فرمایئے کہ آپ کی تیس ہزار اشرفیاں اچھی ہیں یا یہ دولت جو صاحبزادے کو حاصل ہوئی ہے؟ تو فرمانے لگے ،بخدا اس عزت کے مقابلے میں اشرفیوں کی کیا حقیقت ہے ۔تم نے اشرفیوں کو ضائع نہیں کیا۔

تبصرہ اویسی غفرلہ

اس دور کی یہ اشرفیاں آج کی دولت کے مقابلہ میں کتنی خطیر رقم ہے لیکن وہ ساری رقم کی ساری خاتون نے بچے کی اسلامی تعلیم پر خرچ کر دی تو وہ بچہ امام مالک جیسے بڑے امام فقہ وحدیث کے استاد بنے ۔آج ہماری خواتین خرچ بھی نہ کریں کیونکہ دینی اسلامی مدارس عربیہ اسلامیہ عام ہیں صرف ان کی اپنی تعلیمی نگرانی کریں تو بچے بہت بڑے علمائے دین ومفتیانِ دین متین بن سکتے ہیں۔

انتباہ انتخاب تدریس کے لئے سنّی علماء وسنّی مدارس ہونے ضروری ہیں ورنہ بچہ، بچی کسی بدمذاہب دیوبندی ووہابی ،مرزائی شیعہ وغیرہ میں پھنسا تو وہ خود بھی تباہ ہوگا اور خاندان کو بھی لے ڈوبے گا۔

آج ہم بیشمار کنبے آنسو بہاتے افسوس کے ہاتھ ملتے دیکھ رہے ہیں کہ کل انہوں نے بچوں کو حافظ وعالم بنانے کی لالچ میں بدمذہبوں (دیوبندیوں ،وہابیوں) کے مدارس میں داخل کیا تھوڑے عرصہ بعد انہی بچوں نے اپنے باپ اور ماں اور کنبے کو مشرک وبدبختی کہہ کر ٹھکرایا ہم نے بہت سے بندگانِ خدا کو بہت کچھ سمجھایا لیکن نہ مانے تو تھوڑے عرصہ بعد ان کو خون کے آنسو بہاتے دیکھا اللہ جل جلالہٗ عوام اہلسنت کو دولتِ شعور سے نوازے۔(آمین)

اولیائے کاملین کی مائیں

سابق اوراق میں چند نمونے صحابیات وتابعیات خواتین کے متعلق عرض کئے۔ذیل میں چند نمونے اولیائے کاملین کی ماؤں کے متعلق عرض ہیں۔

ویسے تو الحمدللہ ہر ولی کامل کی ماں کے دودھ کی برکت ہے کہ اس کے ہاں ایک ولی اللہ نے تربیت پائی لیکن بعض ان میں خصوصیت سے ماں کی تربیت کے مرہونِ کرم ہوتے ہیں منجملہ چند بزرگوں کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

پیران پیر دستگیر سیّدنا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ماں اور باپ

دریائے دجلہ کے کنارے ابو صالح موسیٰ جنگی روزے کے حالت میں چلے جا رہے تھے۔ کھانا کھائے ہوئے تین دن گزر چکے تھے۔

کھانے کی کوئی ایسی اشیاء موجود نہ تھی کہ جس سے روزہ افطار کر کے بھوک کی شدت کو دور کیا جا سکے۔ عین افطار کے وقت ایک سیب پانی میں بہتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ آپ نے اس سیب کو ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا اور اس سے روزہ افطار کیا۔ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد اچانک خیال آیا کہ سیب مالک کی اجازت کے بغیر کھا لیا غضب ہو گیا۔

روز محشر اگر مالک نے سیب طلب کیا تو کہاں سے دوں گا۔ یہ سوچ کر بے قرار ہو گئے فوراً فیصلہ کیا کیوں نہ اس کے مالک کو تلاش کر کے معافی طلب کر لی جائے چنانچہ وہ دریا کی مخالف سمت میں چل دیئے اور کئی دنوں کی مسافت کے بعد وہ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں دریا کسی باغ میں سے گزر رہا تھا اور دریا کے کنارے سیب کے بڑے بڑے درخت لگے ہوئے تھے۔ جن پر بے شمار سیب لٹک رہے تھے۔ آپ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ سیب انہیں درختوں میں سے کسی ایک درخت سے دریا میں گرا ہے۔

لہٰذا آپ باغ کے مالک کے پاس معافی کی طلب کی غرض سے باغ میں داخل ہوئے۔ یہ باغ وقت کے ولی حضرت عبداللہ صومعی رحمتہ اللہ علیہ کا تھا۔ جو صاحب کرامت بزرگ تھے۔ وہ نوجوان حضرت عبداللہ صومعی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس معافی مانگنے پہنچ گئے اور عرض کرنے لگے حضور میں نے آپ کے باغ کا سیب جو کہ دریا میں بہتا چلا جا رہا تھا۔

آپ کی اجازت کے بغیر کھالیا ہے۔میں اپنی اس غلطی پر بہت شرمسار ہوں۔برائے کرم میری اس غلطی کو معاف فرمادیں تاکہ بروز قیامت بارگاہ خداوندی میں مواخذہ نہ ہو۔

حضرت عبداللہ صومعی رحمتہ اللہ علیہ صاحب نظر اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔آپ فوراً سمجھ گئے کہ یہ نوجوان کوئی غیر معمولی ہستی کا مالک ہے۔کیوں نہ اسے اپنے پاس رکھ کر قرب الٰہی کی منازل طے کرائی جائیں اور انہیں کسی طرح نکلنے نہ دیا جائے۔فرمایا اے نوجوان تو نے میری اجازت کے بغیر سیب کھا کر یقیناً غلطی کی ہے۔اگر تو معافی چاہتا ہے تو دو سال تک میرے باغ کی رکھوالی کر پھر کہیں سوچوں گا کہ تیری اس غلطی کو معاف کیا جائے یا کہ نہیں۔چنانچہ اس نوجوان نے یہ شرط منظور کر لی اور مسلسل دو سال تک خدمت میں گزار کر پھر حاضرِ خدمت ہوئے عرض کی حضور دو سال بیت چکے ہیں خدارا میری اس غلطی کو معاف فرمایئے۔آپ نے فرمایا ابھی دو سال اور اس باغ کو سیراب کرو۔اس کے بعد سوچوں گا کہ تمہاری غلطی معاف کی جائے یا کہ نہیں۔وہ نوجوان کام میں مشغول ہوگیا۔

انتہائی محنت اور دیانت داری سے باغ کو پانی دیا کرتے دن بھر روزہ رکھتے اور رات کا کثیر حصہ عبادت میں بسر کرتے۔روایت میں آتا ہے کہ محمد ابو صالح جنگی نے بارہ سال تک اس باغ کی رکھوالی کی آخر کار حضرت عبداللہ صومعی رحمتہ اللہ علیہ نے آخری شرط یہ رکھی

اے نوجوان بیشک تم آزمائش کی کسوٹی پر پورے اترے ہو مگر ابھی ایک خدمت اور باقی ہے وہ یہ ہے کہ میری بیٹی سے شادی کرنا ہوگی جو کہ بہت عیب دار ہے۔آنکھوں سے اندھی ہے کانوں سے بہری ہے۔پاؤں سے لنگڑی ہے۔اور زبان سے گونگی ہے۔کیا تمہیں میری یہ آخری شرط منظور ہے۔نوجوان محمد ابو صالح عرض کرنے لگے۔حضور اگر آپ کی مرضی اسی میں ہے تو بھلا میں کیا اعتراض کر سکتا ہوں مجھے آپ کی یہ شرط منظور ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ صومعی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی بیٹی کا نکاح اس نوجوان سے کر دیا

۔جب وہ نوجوان پہلی رات اپنی رفیقۂ حیات کے پاس گیا اور انہوں نے اپنی بیوی پر نظر ڈالی تو یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ گویا وہ کوئی پرستان کی پری ہے حسن و جمال کا ایسا پیکر ہے کہ جسے دیکھ کر جنت کی حوریں بھی فخر کریں۔گویا چودھویں کا چمکتا ہوا ایک چاند ہے جس میں کسی قسم کا ظاہری عیب نہیں۔انتہائی حسین آنکھیں،انتہائی دلکش آواز۔آپ فوراً حضرت صومعی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کرنے لگے حضور آپ نے تو فرمایا تھا کہ آپ کی بیٹی کافی عیب دار ہے۔لیکن میں نے دیکھا وہ تو آنکھیں بھی رکھتی ہے۔زبان سے بولتی بھی ہے۔کانوں سے سنتی بھی ہے اور پاؤں سے چلتی بھی ہے۔آخر ایسا کیوں؟

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ماں کے اوصاف

حضرت صومعی نے فرمایا ابو صالح میں نے اپنی بیٹی میں جو عیب بتائے تھے وہ بالکل درست ہیں۔میری بیٹی آنکھوں سے اندھی اس لئے ہے کہ آج تک اس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی غیر مرد کو نہیں دیکھا،کانوں سے بہری اس لئے ہے کہ اس نے قرآن و حدیث کے علاوہ کوئی دوسرا غیر ضروری جملہ نہیں سنا۔زبان سے گونگی اس لئے کہ آج تک آیات قرآنی یا احادیث نبوی کے علاوہ کوئی دوسری غیر شرعی بات نہیں کی اور پاؤں سے لنگڑی اس لئے ہے کہ آج تک اپنے باپ کی دہلیز چھوڑ کر باہر نہیں نکلی۔یہی وجہ ہے کہ میری بیٹی آنکھوں سے اندھی،پاؤں سے لنگڑی،زبان سے گونگی اور کانوں سے بہری ہے۔

اللہ اکبر!کیا شان تھی ہمارے اسلاف کی زہد تقویٰ پرہیزگاری و عبادات میں،جہاں حضرت صالح موسیٰ جنگی دوست یکتائے زمانہ تھے۔اسی طرح آپ کی رفیقۂ حیات حضرت فاطمہ بنت عبداللہ صومعی بھی علم و عمل،شرم و حیا کی پیکر تھیں۔

دورِ حاضرہ کی خاتون

آج یہ باتیں مسلمان عورتوں میں کہاں؟فیشن پرستی کی یلغار نے تو آج کی مسلمان

عورت کو بے پردہ کر کے رکھ دیا۔ غیر مردوں سے میل جول رکھنا گویا عورتوں کا معمول بن گیا۔ شرم وحیاء ادب ولحاظ آج ان میں ناپید ہوتا جارہا ہے۔ انگریزوں اور یہود وہنود کی اندھی تقلید نے مسلمان عورتوں کی آنکھوں کو خیرہ کر کے رکھ دیا۔

وہ معزز تھیں زمانے میں مسلمان ہو کر

ہو گئیں خوار اب تارکِ قرآن ہو کر

ولادتِ غوث اعظم رضی اللہ عنہ

۴۷۰ھ کی بات ہے اسی نیک سیرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا، اتفاق کی بات ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو گیا ماں نے محسوس کیا کہ ان کا بیٹا سحری کے بعد افطار تک دودھ نہیں پیتا۔ انہوں نے یہ بات اپنے شوہر کو بتادی۔ شوہر سے دوسروں تک یہ بات پہنچ گئی۔ اور یہ بات پوری بستی میں مشہور ہو گئی کہ دن کو بچہ روزہ رکھتا ہے۔ اس طرح لوگ اس بچے کی زیارت کرنے آنے لگے۔

شیر خوار بچہ روزہ دار

۲۹ویں رمضان کو لوگ عید کا چاند دیکھنے کے لئے بے چین تھے مگر سارے آسمان پر سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ انہیں یہ تشویش ہونے لگی کہ عید کا چاند ہونے یا نہ ہونے کا اندازہ کیسے لگایا جائے۔ اسی فکر میں بڑے بڑے علماء کرام سر جوڑ کر بیٹھ گئے تا کہ اس مسئلہ کا کوئی حل نکل سکے۔ اچانک کسی نے پکار کر کہا اے لوگوں ہمارے لئے ایک ذریعہ موجود ہے جس سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ عید کا چاند نظر آیا ہے یا نہیں آپ لوگ ہرگز پریشان نہ ہوں۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کون سا ذریعہ کیا ابر آلود فضا میں چاند دیکھا جاسکتا ہے؟ مشورہ دینے والے نے جواب دیا۔ آپ لوگ سحری کے وقت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست کے گھر تشریف لے جائیں اور ان سے یہ معلوم کریں کہ ان کا نومولود بچہ

دودھ پی رہا ہے یا نہیں اگر دودھ نہیں پی رہا ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ عید کا چاند نظر نہیں آیا اور نومولود بچہ روزے سے ہے۔لیکن اگر وہ دودھ پی رہا ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ بچے کا روزہ نہیں ہے اور عید کا چاند نظر آ گیا ہے۔

بات لوگوں کی سمجھ میں آ گئی کہ یہ پیچیدہ مسئلہ اسی طرح حل ہوگا۔انہوں نے جیسے تیسے کر کے رات گزاری اور سحری کے بعد نماز فجر کی ادائیگی سے قبل ابو صالح کے گھر پہنچ گئے اور حضرت ابو صالح رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ کا نومولود شیر خوار بچہ دودھ پی رہا ہے یا نہیں۔ابو صالح نے اس کا سبب پوچھا تو لوگ بولے ابو صالح آپ کا بیٹا مادر زاد ولی ہے اگر وہ دودھ نہیں پی رہا ہوگا تو وہ روزے سے ہے اور اگر پی رہا ہوگا تو آج ان کا روزہ نہیں لہٰذا آج عید ہوگی۔

ابو صالح رحمتہ اللہ علیہ اندر گئے اور اپنی بیوی حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ بچہ دودھ نہیں پی رہا ہے۔ابو صالح نے باہر آ کر اعلان کر دیا کہ انتیس کا چاند نہیں ہوا کیونکہ بچہ دودھ نہیں پی رہا ہے اسی وقت جیلان نامی قصبے میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ صبح عید نہیں ہے چنانچہ روزہ نہ توڑا جائے عید کل منائی جائے گی۔اعلان سنتے ہی تمام اہلِ جیلان نے روزہ کی نیت کر لی۔

ابھی اس بچے نے ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا کہ اسے ایک صدمے سے دوچار ہونا پڑا اس بچے کے والد ماجد شیخ ابو صالح جنگی دوست اچانک اس عالم دنیا سے عالم جاوداں کی طرف روانہ ہو گئے۔والد کے انتقال کے بعد اس بچے کی پرورش ان کے نانا عبداللہ صومعی اور والدہ حضرت فاطمہ نے کی۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا بچپن

وہ بچہ جب چند برس کا ہوا تو ان کی والدہ نے ان کو مدرسہ میں دینی تعلیم کی غرض سے

داخل کر دیا۔مدرسہ میں داخل ہونے کے پہلے دن ہی جب مدرسہ میں پہنچا ایک غیبی آواز آئی لوگو! اللہ کے ولی کو جگہ دو۔ایک مرتبہ جب وہ مدرسہ جا رہے تھے کہ انہوں نے اپنے اردگرد چند نورانی پیکروں کو ساتھ چلتے دیکھا یہ سب کے سب خاموش تھے لیکن جیسے ہی وہ مدرسہ میں داخل ہوئے نورانی پیکروں کی زبانیں کھل گئیں اور جوش و خروش سے پکار پکار کر کہنے لگے اے لوگو! ہٹو ہٹو اللہ کے دوست کو جگہ دو۔وہ اسی طرح مسلسل مدرسے جاتے رہے۔

علم کا مسافر

جب کچھ بڑے ہوئے تو علم دین سیکھنے کا جذبہ پروان چڑھتا گیا۔ایک دن اپنی والدہ سے کہنے لگے امی جان طلب علم کا جذبہ مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں آپ سے جدا ہو جاؤں لہذا آپ مجھے خدا کی راہ میں وقف کر دیں اور بغداد جانے کی اجازت دیں۔ماں نے حیرت سے پوچھا اے میرے بیٹے بغداد جا کر کیا کرو گے۔جواب دیا وہاں علم دین حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ماں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے وہ اپنے لاڈلے لختِ جگر کو ایک لمحے کے لئے اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتی تھیں۔مگر اللہ جل مجدہ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اس جدائی کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہو گئیں۔کیونکہ اپنے شوہر حضرت محمد ابو صالح جنگی دوست رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد تمام تر دیکھ بھال اور پرورش کی ذمہ داری حضرت فاطمہ پر ہی عائد ہو گئی تھیں۔

ماں کی تربیت کا نمونہ

آپ بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگیں اگر علم دین حاصل کرنے کا تجھے اتنا ہی شوق ہے تو میری طرف سے تجھے اجازت ہے اور میں تجھے اللہ جل مجدہ کی راہ میں وقف کرتی ہوں۔بیٹا جہاں کہیں بھی رہو سچائی کا دامن تھامے رکھنا اور کبھی جھوٹ مت بولنا۔بیٹا میں

تمہارے اس سفر سے خوش ہوں۔دل لگا کر علم دین حاصل کرنا۔پھر ماں نے چالیس دینار ایک گدڑی میں سی دیئے۔بیٹے نے پوچھا ماں تم یہ دینار گدڑی میں کیوں سی رہی ہو؟ماں نے جواب دیا بیٹے راستہ بہت پُر خطر ہے جگہ جگہ صحرائی ڈاکو مسافروں کو لوٹتے رہتے ہیں۔اس طرح تیرے یہ دینار محفوظ رہیں گے۔آخر وہ وقت بھی آگیا کہ اس نیک سعادت مند بیٹے نے سامان سفر اٹھایا قافلہ بالکل تیار کھڑا تھا۔ماں گم سم کھڑی اپنے شہزادے کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔یہ ایک ایسا طویل سفر تھا جو ماں کو صدموں سے نڈھال کئے ہوئے تھا۔ماں کا دل چور چور ہو رہا تھا مگر سب کچھ اللہ جل مجدہ کے لئے قربان کر دیا تھا۔

بیٹا ماں کی قدم بوسی کے لئے آخری بار قریب آتا ہے تاکہ ماں کی دعاؤں کو اپنے سفر میں شامل کر لیا جائے۔بیٹا ماں سے پوچھتا ہے ماں کوئی حکم کوئی نصیحت ہو تو فرما دیجئے تاکہ اس کی بجا آوری کر سکوں۔ماں نے دل کی گہرائیوں سے اپنے بیٹے کو سینے سے لگایا شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرا۔آنکھوں سے آنسوؤں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا اور روتے روتے اپنے بیٹے کو آخری بار نصیحت کی اے میرے لال کسی حال میں بھی ہو راست گوئی کو مت چھوڑنا ہر حال میں سچائی کو اپنانا۔بیٹے نے بھی اشکبار ہوتے ہوئے اپنی ماں سے یہ عہد کیا کہ ماں میں ہر حال میں سچائی کی راہ اختیار کروں گا۔پھر بیٹے نے باہر کا رخ کیا ماں اس کو دروازے تک چھوڑنے آئیں اور جاتے جاتے ماں کے منہ سے یہ الفاظ نکلے بیٹا میں تمہیں اللہ کیلئے خود سے جدا کرتی ہوں۔اب قیامت ہی کے دن تم سے ملاقات ہو گی۔بیٹے نے آخری بار اپنی مقدس ماں کی زیارت کی آخر کار پھر قافلے کی جانب چل دیئے۔

ماں بیٹے کی جدائی ﷺ

بیٹا ماں کی آنکھوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اوجھل ہو چکا تھا۔قافلہ بغداد کی جانب

چل پڑا۔ اٹھارہ سالہ یہ نوعمر نوجوان اپنی ماں کو روتا چھوڑ کر راہ خدا میں وقف ہونے کے لئے بغداد جا رہا تھا بغداد کا فاصلہ ان کے وطن سے چار سو میل سے بھی زیادہ تھا۔ کوہستانی سلسلوں بیابانوں اور صحراؤں سے گزرتا ہوا یہ قافلہ ہمدان سے نکل کر ترتنگ کے سنسان صحرائی علاقے میں داخل ہو گیا۔ اس علاقے میں ڈاکوؤں کا بڑا زور تھا۔

ڈاکوؤں کا حملہ

راستہ کیچڑ آلود تھا۔ تا کہ اس دلدلی علاقے میں قافلے کی سست رفتاری ڈاکوؤں کو حملہ کرنے کا موقع فراہم کر دے۔ قافلے نے اس دلدلی علاقے میں قیام کا فیصلہ کیا کیونکہ آگے جانا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ یہ ایک مناسب جگہ تھی یہاں دور تک آنے جانے والوں پر نظر رکھی جا سکتی تھی۔ رات کا پچھلا پہر ہو چکا تھا۔ اچانک مسلح ڈاکوؤں نے شاہینوں کی طرح جھپٹ کر مسافروں پر حملہ کر دیا۔ شور و غل چیخ و پکار بھاگ دوڑ اور ہتھیاروں کی جھنا جھن سے پورا ماحول گونج اٹھا۔

ڈاکو انتہائی چالاک اور تجربہ کار تھے۔ انہوں نے بڑی جلدی سے قافلے کو مغلوب کر لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے میدان لاشوں سے پٹ گیا اور ڈاکوؤں نے قافلے والوں کے مال و زر پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ وہ نوجوان ایک طرف کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا ایک ڈاکو ان کے پاس آیا اے لڑکے تیرے پاس کیا مال ہے۔ اس نے اپنی ماں کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے سچ سچ بتا دیا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ جو میری ماں نے مجھے دیئے تھے۔ ڈاکو زور زور سے قہقہہ لگانے لگا اور کہنے لگا بڑے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ ہم سے بھی مذاق کر رہے ہو۔ جاؤ مزے کرو، یہ کہہ کر ڈاکو چلا گیا اور اپنے دوسرے ڈاکو ساتھی کو واقعہ سنایا۔ دوسرا ڈاکو یہ سن کر بڑا تعجب کرنے لگا اور کہنے لگا مجھے بتاؤ وہ لڑکا کہاں ہے۔ پہلا ڈاکو بولا آؤ میرے ساتھ میں تمہیں اس سے ملاتا ہوں۔ ڈاکو اپنے ساتھی کو اس نوجوان کے پاس

لاتا ہے ساتھی ڈاکو آکر اس سے یہ کہتا ہے۔اے لڑکے کیا تیرے پاس چالیس دینار موجود ہیں لڑکے نے جواب دیا ہاں میری گدڑی میں سلے ہوئے ہیں۔ڈاکو ساتھی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی اتنی آسانی سے اپنی پوشیدہ رقم کی اطلاع کیسے دے سکتا ہے۔وہ بولا یوں لگتا ہے کہ اس نوجوان کے خوف سے ہوش وحواس گم ہوگئے ہیں۔ورنہ یہ ایسی بات ہرگز نہ کرتا۔

ڈاکو نوجوان کو اپنے سردار کے پاس لے جاتے ہیں اور سردار سے جاکر کہتے ہیں سردار یہ ایک عجیب وغریب نوجوان ہے آپ اس کی باتیں سنیں گے تو دنگ رہ جائیں گے۔ سردار نے پوچھا اے نوجوان تمہارا نام کیا ہے۔تو اس نے اپنا نام بتایا،تمہارے پاس رقم کتنی ہے؟اس نے جواب دیا چالیس دینار،سردار نے کہا وہ کہاں ہیں۔اس نے جواب دیا میری گدڑی میں سلے ہوئے ہیں۔سردار نے ڈاکوؤں کو حکم دیا ذرا گدڑی پھاڑ کر دیکھو،ڈاکو نے گدڑی کو ادھیڑ ڈالا اور چالیس دینار سردار کے سامنے رکھ دیئے۔

ڈاکوؤں کا سردار اور اس کے ساتھی یہ ماجرا دیکھ کر سکتے میں آگئے۔ڈاکوؤں کے سردار نے کہا آپ نے ہم لوگوں کو بغیر تلاش کئے کیوں بتا دیا۔فرمایا میں نے اپنی والدہ سے عہد کیا ہے جھوٹ نہ بولوں گا۔بس یہ بات سن کر ڈاکو بے خود ہوگئے اور اس فرمانے کا کچھ ایسا اثر پڑا کہ سب مرغ بسمل کی طرح لوٹنے لگے۔تھوڑی دیر کے بعد آپ نے ایک توجہ دیدی اور دعا فرمائی کہ یا اللہ ان سب کا گناہ معاف فرما کر توبہ قبول کرلے۔آواز آئی سب کو بخشا اور مقبول کیا،جو سر اٹھایا سب کے سب ولی ہوگئے۔

تبصرہ اویسی غفرلہ: پیارے اور نازنین اور یتیم بچے کو صرف علم کی خاطر دور دراز سفر کی اجازت دینا اور زادراہ نہ صرف ساتھ بھیجا بلکہ آپ کے لئے بغداد جانے والوں کے ہاتھوں بھیجتی رہیں۔حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اگرچہ مادرزاد ولی اللہ ہیں لیکن بالآخر ماں کی تربیت کا بھی تو دخل ہے۔

آج ہماری خواتین اپنے بچوں کو اپنے شہر بلکہ محلّہ تک اسلامی مدرسہ میں جانے کا اہتمام نہیں کرتیں۔ہاں کالج کی تعلیم کے غلبہ نے ہمیں کہاں سے کہاں تک پہونچا دیا دور سابق ہیں اگر غوث اعظم رضی اللہ عنہ اتنا عظیم ولی اللہ بنے ہیں تو ماں کی تربیت کو بھی دخل ہے ایسی ہوتی ہیں ''اچھی مائیں''۔

نوٹ: بطور تبرک غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی چند کرامات آپ کے دورانِ حمل اور بچپن کے دور کی ملاحظہ ہوں۔

شہِ جیلان رضی اللہ عنہ کا بچپن

شکم مادر میں

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ شکم مادر میں ذکر اللہ کرتے تھے۔

جب ان کی والدہ مکرمہ (رضی اللہ عنہا) کو چھینک آتی اور وہ الحمدللہ پڑھتیں آپ ان کے جواب میں یرحمک اللہ کہتے۔جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے ہونٹ ہلتے تھے اور کہہ رہے تھے ''اللہ اللہ'' اسی لئے آپ کا تاریخی نام عاشق ہے۔جب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو گھر روشن ہوگیا۔

ابتدائی تعلیم

جب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ پانچ سال کے ہوئے تو آپ کے والد گرامی نے آپ کو استاذ گرامی کے پاس پڑھانے کے لئے بٹھایا تو استاذ صاحب نے کہا بیٹے پڑھو بسم اللہ۔آپ نے بسم اللہ کے بعد پورے اٹھارہ پارے پڑھ کر سنا دیئے اور فرمایا کہ میری والدہ یہاں تک پڑھا کرتیں تھیں میں ان کے پیٹ میں سنا کرتا تو یاد ہوگیا۔

؎ اے نور دیدۂ مصطفیٰ بر تو شود جانم فدا
دارم تمنا ہر زمان مشتاق دیدار تو ام

تو دارم ہر سحرا ے با دشہ نا مور
نا مت کہم و ردزبان دیدارتو اَم

ترجمہ: اے مصطفٰی (ﷺ) کے نور چشم آپ پر میری جان فدا ہر زمان میں آپ کے دیدار کا مشتاق ہوں ۔ ہر سحر میرا ورد زبان یہی ہے میری آخری تمنا تیری زیارت ہے اور بس ۔

سُلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ

حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ پانچ سال کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، والدہ ماجدہ نے جو اپنے وقت کی ایک بڑی صالحہ اور باخدا خاتون تھیں ۔اس دریتیم کی پرورش اور دینی و اخلاقی تربیت کا مردانہ ہمت اور پدرانہ شفقت کے ساتھ اہتمام کیا۔ جب دستار بندی کا وقت آیا تو والدہ ماجدہ سے آکر کہا کہ اُستاد نے دستار بندی کا حکم فرمایا ہے ۔میں دستار کہاں سے لاؤں، والدہ ماجدہ نے کہا بیٹا خاطر جمع رکھو میں اس کی تدبیر کروں گی ۔ چنانچہ روئی خرید کر اس کو کتوایا اور بہت جلد عمامہ تیار کر کے دیا ۔والدہ صاحبہ نے اس تقریب میں علماء وقت کی دعوت کی۔

حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ والدہ صاحبہ کا معمول تھا کہ جس روز ہمارے گھر کچھ پکانے کو نہ ہوتا تو فرماتیں کہ آج ہم سب خدا کے مہمان ہیں ۔ مجھے یہ سن کر بڑا ذوق آتا ،ایک دن کوئی خدا کا بندہ ایک تنکہ غلہ گھر میں دے گیا۔ چند دن متواتر اس سے روٹی ملتی رہی ، میں تنگ آگیا اور اس آرزو میں رہا کہ والدہ صاحبہ کب یہ فرمائیں گی کہ آج ہم سب خدا کے مہمان ہیں آخر وہ غلہ ختم ہوا اور والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ آج ہم خدا کے مہمان ہیں۔ یہ سن کر ایسا ذوق اور سرور حاصل ہوا کہ زبان سے بیان نہیں ہوسکتا ۔ایک روز خواجہ صاحب نے والدہ کی قدم بوسی کی اور نئے چاند کی مبارکباد معمول کے مطابق پیش کی ۔فرمایا کہ آئندہ مہینہ کے چاند کے موقع پر کس کی قدم بوسی کرو گے ؟ میں سمجھ گیا کہ انتقال کا وقت قریب آگیا

۔میرا دل بھر آیا اور میں رونے لگا میں نے کہا:

''مخدومہ! مجھ غریب و بے چارے کو آپ کس کے سپرد کرتی ہیں؟''

فرمایا: ''اس کا جواب کل دوں گی۔''

میں نے اپنے دل میں کہا، اس وقت کیوں نہیں جواب دیتیں۔ یہ بھی فرمایا:

''کہ جاؤ رات شیخ نجیب الدین کے یہاں رہو۔''

ان کے فرمانے کے مطابق میں وہاں گیا۔ آخر شب میں صبح کے قریب خادمہ دوڑتی ہوئی آئی کہ بی بی تم کو بلا رہی ہیں.......... میں نے پوچھا خیریت ہے کہا ہاں......

جب میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کہ کل تم نے مجھ سے ایک بات پوچھی تھی میں نے اس کا جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اب میں اس کا جواب دیتی ہوں، غور سے سنو!

فرمایا! ''تمہارا دایاں ہاتھ کون سا ہے؟ میں نے اپنا ہاتھ سامنے کر دیا، میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور فرمایا ''خدایا اس کو تیرے سپرد کرتی ہوں۔ یہ کہا اور جاں بحق تسلیم ہوئیں۔ میں نے اس پر خدا کا بہت شکر ادا کیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر والدہ سونے اور موتیوں سے بھرا ایک گھر چھوڑ کر جاتیں تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی۔'' (ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور)

تبصرہ اویسی غفرلہٗ: یہ وہی شہزادہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ ہیں جن کے لنگر کے ہفتہ میں اونٹ پیازوں کا چھلکا اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ ہاں یہ وہی شہزادہ باکمال ہیں جن کے بیک وقت سات بادشاہ مرید تھے۔ ہاں جنہیں سلسلۂ چشتیہ میں سلسلہ نظامیہ سے نوازا گیا۔ یہ شان و مرتبہ مانا کہ وہبی تھا مانا کہ ان کی محنت و ریاضت کو بھی دخل تھا لیکن ماں کی تربیت کو بھی دخل ہے۔

ہماری اسلامی بہنوں کو بھی اپنے اسلاف کی ماؤں سے سبق سیکھنا چاہئے پھر دیکھیں کہ تمہاری گود میں بھی ایسے ہیرے موتی نظر آئینگے۔ (ان شاء اللہ)

کتاب کو ضخامت سے بچانے کے لئے یہ دو نمونے عرض کیے ہیں۔ اب چند ننھے مُنّے بچوں کا ذکر کرتا ہوں اور اسی پر کتاب کا اختتام ہے کہ یہ مجاہدین اسلام اور اسلام کے نامور حضرات بھی "اچھی ماؤں" کی اچھی تربیت کا نتیجہ ہے۔

دو ننھے مجاہد صحابی رضی اللہ عنہما

جب آنحضرت نبی کریم (ﷺ) نے صحابۂ کرام اور دیگر ساتھیوں کا قافلہ جنگ کے لیے تیار کیا تو ان لوگوں کے جوش و خروش کو دیکھتے ہوئے دو بھائی معوذ اور معاذ بہت متاثر ہوئے اور آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہو کر اس قافلے میں شرکت کی اجازت چاہی۔ حضور (ﷺ) نے اُن بچوں کو پیار کیا اور کہا کہ تم ابھی چھوٹے ہو۔ جنگ کی تباہ کاریاں کیا جانو! لیکن بچوں میں جوشِ ایمان اس قدر ٹھاٹھیں مار رہا تھا کہ وہ بضد رہے اور حضور (ﷺ) کے قدموں پر گر کر آپ ﷺ کو اس بات پر رضامند کرلیا کہ وہ بھی جنگ میں جائیں گے۔

میدانِ بدر میں جب حق و باطل کے درمیان میدانِ کارزار گرم ہُوا تو معوذ اور معاذ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ذرا بتانا تو سہی وہ ابوجہل کہاں ہے جو ہمارے آقا و والی حضور سرورِ کائنات (ﷺ) کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ انہیں بتایا گیا تو وہ بچے اپنے آقا ﷺ کی لگن اور تڑپ لے کر اور اپنے سینوں کو نورِ ایمان سے منور کر کے اس کافر کی طرف لپکے اور ایک ہی وار سے اس قوی الجثہ ظالم کا کام تمام کردیا۔ میدان میں نعرۂ تکبیر کی صدائیں گونج اٹھیں اور لوگ ان دو بھائیوں کی بہادری اور جرأت کو دیکھ کر داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ کسی نے پوچھا کہ تم نے کس خیال میں اس کو قتل کیا ہے وہ بولے کہ......

قسم کھائی تھی مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سُنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

رافع بن خدیج اور سمرہ رضی اللہ عنہما

غزوۂ اُحد میں مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر حضور سرورعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فوج کا معائنہ فرمایا اور جو لوگ کم عمر تھے انہیں واپس لوٹا دیا کہ جنگ کے ہولناک موقع پر بچوں کا کیا کام۔ مگر جب حضرت ابن خدیج رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم بہت چھوٹے ہو تم بھی واپس چلے جاؤ۔ تو وہ فوراً انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے تا کہ ان کا قد اونچا نظر آئے۔ چنانچہ ان کی یہ ترکیب چل گئی اور وہ فوج میں شامل کر لیے گئے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ جو ایک کم عمر نوجوان تھے جب ان کو واپس کیا جانے لگا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں رافع بن خدیج کو کشتی میں پچھاڑ لیتا ہوں اس لیے اگر وہ فوج میں لے لئے گئے ہیں تو پھر مجھ کو بھی ضرور جنگ میں شریک ہونے کی اجازت ملنی چاہئے۔ چنانچہ دونوں کا مقابلہ کرایا گیا اور واقعی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع بن خدیج کو زمین پر دے مارا اس طرح ان دو پُرجوش نوجوانوں کو جنگِ احد میں شرکت کی سعادت نصیب ہو گئی۔

یتیم شہید بچہ

حضرت عبدالواحد بن زید قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم جنگ کی تیاری کر رہے تھے میں نے اپنے ایک ساتھی کو کہا کہ مجلس میں زور سے قرآن پاک کی یہی دو آیتیں

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنُوْنَ الخ

پڑھ دے تا کہ لوگوں کو جہاد کی ترغیب نصیب ہو۔ چنانچہ جب یہ دو آیتیں پڑھی گئیں تو ہمارے ہاں ایک نوجوان جس کی زیادہ سے زیادہ پندرہ سال عمر ہو گی حاضر ہوا اور وہ تھا بھی یتیم۔ یعنی انہی ایام میں اس کا باپ فوت ہو چکا تھا اور اسے وراثت میں بکثرت مال

و دولت حاصل ہوئی تھی اس نے مجھے کہا اے عبد الواحد بن زید کیا یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے
بندوں سے جان و مال لے کر بہشت عنایت فرماتا ہے۔ میں نے کہاں ہاں بالکل صحیح ہے
اُس نے کہا تو پھر آپ گواہ ہو جایئے میں مال و جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے بہشت لینا
چاہتا ہوں۔ میں نے اُسے کہا عزیز ذرا سوچ لیجئے۔ تلوار کی سختی بہت تیز ہوتی ہے اور تو ابھی
بچہ ہے نا معلوم تلوار کی سختی تم برداشت نہ کر سکو اور پھر اس عزم سے باز رہو۔ اس نے کہا
"اے عبد الواحد بن زید" یقین کیجئے میں نے تو اللہ تعالیٰ کو اپنی جان و مال بہشت کے عوض
پیش کر دی۔ اب اس عزم سے ہٹنا کسی ناقص العقل کا کام ہوگا۔ آپ گواہ رہیں میں اپنے
عزم پر ڈٹا ہوا ہوں۔ حضرت عبد الواحد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بچے کی ان باتوں سے ہم
سب حیران تھے۔ اور ہم سب اپنے آپ کو ملامت کرتے کہ چھوٹا بچہ ہو کر کتنا سمجھداری رکھتا
ہے اور ہم کمزوری کا ثبوت دے رہے ہیں۔ وہ نوجوان مجھے مذکورہ بالا باتیں کہہ کر گھر چلا گیا
اور واپس آ کر گھر کا سارا سامان میرے سپرد کر دیا۔ صرف ایک گھوڑا ایک تلوار و جنگی
ضروریات کیلئے تھوڑا سا مال اپنے پاس رکھا۔ جب روانگی کا وقت قریب ہوا تو سب سے
پہلے لشکر گاہ میں حاضر ہو کر کہا السلام علیکم! میں نے سلام کا جواب دے کر کہا "تیری تجارت
انشاء اللہ تعالیٰ رنگ لائے گی" اس کے بعد سب چل پڑے اور وہ نوجوان ہمارے ساتھ تھا
۔ اور اتنا شوق کہ دن کو روزہ سے رہتا اور رات میں عبادت میں مصروف۔ بلکہ ہم سب کی
اور ہماری سواریوں کی بڑی شوق سے خدمت کرتے ہوئے چلتا رہتا۔ اور جب ہم سو جاتے
تو وہ ہم سب پر پہرا دیتا۔ یہاں تک کہ دار الروم (میدان جنگ) میں پہنچے تو وہ اچانک
بڑے زور سے کہتا تھا "ہائے" "العیناء المرضیہ"

میرے ساتھیوں نے کہا افسوس نوجوان کو وسوسۂ شیطانی نے گھیر لیا اب اس کا دماغی
توازن بھی صحیح نہیں رہا۔ میں نے اسے بلا کر پوچھا عزیز "العیناء المرضیہ" کا کیا